نہالانِ اُسوہ

نسلِ نو کی تربیت کے موضوع پر
اُسوہ کے پیارے بچوں کی خدمت میں
ایک فکری تحفہ

محسن علی نجفی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نئی نسل ہمارے ہاتھوں میں ایک اہم امانت ہے، اس عظیم امانت کی نگہداری میں کسی قسم کی کوتاہی قابل عفو نہیں ہے اس اہم امانت میں خیانت سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم اس کی حفاظت کے تمام تقاضوں سے آگاہ ہوں کہ اس کو کونسی چیز نقصان پہنچا سکتی ہے اور کس پہلو سے اس کو ضرر پہنچ سکتا ہے۔

اس مقصد کے حصول کے لیے بچوں کی نفسیات سے کماحقہ آگاہ ہونا ضروری ہے کہ بچپن کے کیا تقاضے ہیں، کونسے پہلو توجہ طلب ہیں، کن باتوں پر توجہ مرکوز کرنا چاہیے، کن باتوں سے درگزر کرنا چاہیے۔ کہاں اور کس طرح سرزنش کرنا چاہیے وغیرہ۔

عموماً ہمارے معاشروں میں لوگ بچوں کی نفسیات اور بچپن کے تقاضوں سے آگاہ نہ ہونے کی وجہ سے بچوں کی منفی تربیت کرتے ہیں اور اس طرح بچوں کی شخصیت کو مجروح کرکے ان کی لیاقت اور ذہانت پر کاری ضرب لگاتے ہیں۔

اس کتابچہ کا مطالعہ ہمارے اُسوہ سکولوں کے اساتذہ اور اُسوہ کے بچوں کے والدین کے لیے ضروری ہے۔ ہم امید رکھتے ہیں کہ آپ اس کتابچہ کو سامنے رکھ کر اپنے پیارے بچوں کی شخصیت کی تعمیر کریں گے اور ان کے لیے ایک روشن مستقبل کے لیے راہ ہموار کریں گے۔

ان شاء اللہ تعالیٰ۔

خواہشمند

محسن علی نجفی

بچوں کی تعلیم

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے:

مَنۡ لَمۡ یَتَعَلَّمۡ فِي الصِّغَرِ لَمۡ یَتَقَدَّمۡ فِي الۡكِبَرِ. (عیون الحکم و المواعظ)

کم عمری میں جو تعلیم حاصل نہیں کرتا بڑے ہو کر وہ ترقی نہیں کرے گا۔

حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

مَنۡ لَمۡ یَصۡبِرۡ عَلَی ذُلِّ التَّعَلُّمِ سَاعَةً بَقِيَ فِي ذُلِّ الۡجَهۡلِ أَبَداً. (بحار الانوار ۴۶/۱۷)

جو تعلیمی مشقت پر صبر نہیں کرے گا، وہ جہالت کی مذلت میں ہمیشہ رہے گا۔

حضرت امام رضا علیہ السلام سے منقول ہے:

اَلۡعِلۡمُ خَزَائِنُ وَ مَفَاتِیحُهُ السُّؤَالُ۔ (عیون اخبار الرضا باب سوم)

علم کے خزانے ہوا کرتے ہیں اور ان کی چابی سوال کرنا ہے۔

صفات حمیدہ

۱۔ وفابہ عہد

والدین اولاد کے ساتھ وعدہ خلافی ہر گز نہ کریں۔ وعدہ ہو یا معاہدہ اس کی پاسداری ایک فطری واجبات میں سے ہے۔ یا یوں کہیے یہ انسانی حقوق میں سے ہے۔ ہر انسان اس کو ضروری سمجھتا ہے اور اسے ترک کرنے کو بُرا سمجھتا ہے۔ خواہ اس کا مذہب کچھ بھی ہو اور وہ جس علاقے سے بھی تعلق رکھتا ہو۔ اس معاملے کا تعلق کسی مذہب یا کسی علاقے سے نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق انسان کی انسانیت سے ہے۔

وَ اَوۡفُوۡا بِالۡعَہۡدِ ۚ اِنَّ الۡعَہۡدَ کَانَ مَسۡـُٔوۡلًا

(بنی اسرائیل: ۳۴)

وفابہ عہد کرو بتحقیق عہد کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے:

عِدَةُ الْمُؤْمِنِ أَخَاهُ نَذْرٌ لَا كَفَّارَةَ لَهُ۔ (الکافی ۲/۳۶۳)

مؤمن کا اپنے برادر دینی سے کیا ہوا وعدہ نذر کی طرح ہے صرف فرق یہ ہے کہ وعدہ خلافی کرنے پر کفارہ نہیں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

لَا دِینَ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَه (بحار الانوار)

جو عہد کی پاسداری نہیں کرتا اس کا کوئی دین نہیں ہوتا۔

وفا بہ عہد انسانی حقوق میں شامل ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے:

ثَلَاثَةٌ لَيْسَ لِأَحَدٍ فِيهِنَّ رُخْصَةٌ:

۱. اَلْوَفَاءُ لِمُسْلِمٍ كَانَ أَوْ كَافِرٍ

۲. وَبِرُّ الْوَالِدَيْنِ مُسْلِمَيْنِ كَانَا أَوْ كَافِرَيْنِ

۳. وَ أَدَاءُ الْأَمَانَةِ لِمُسْلِمٍ كَانَ أَوْ كَافِرٍ (مجموعه ورام ۱۲۴/۴)

تین باتیں ہیں جن میں کسی کے لیے بھی خلاف ورزی کی اجازت نہیں ہے۔

۱۔ وفا بہ عہد، مسلمان سے ہو یا کافر سے

۲۔ والدین کے ساتھ نیکی کرنا خواہ دونوں مسلمان ہوں یا کافر

۳۔ امانت کی ادائیگی خواہ مسلمان کی ہو یا کافر کی.

امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے:

ثَلَاثٌ لَمْ یَجْعَلِ اللّٰہُ عَزَّ وَ جَلَّ لِأَحَدٍ فِیهِنَّ رُخْصَةً أَدَاءُ الْأَمَانَةِ إِلَى الْبَرِّ وَ الْفَاجِرِ وَ الْوَفَاءُ بِالْعَهْدِ لِلْبَرِّ وَ الْفَاجِرِ وَ بِرُّ الْوَالِدَيْنِ بَرَّيْنِ كَانَا أَوْ فَاجِرَيْنِ۔ (الکافی ۱۶۲/۲)

تین باتوں میں کسی کے لیے بھی خلاف ورزی کی اجازت نہیں ہے۔

ا۔ امانت کی ادائیگی خواہ نیک کی ہو یا فاجر کی۔

۲۔ عہد کی وفاداری خواہ نیک سے ہو یا فاجر سے۔

۳۔ والدین سے نیکی خواہ نیک ہوں یا فاجر۔

بچوں سے وعدہ خلافی نہ کرو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے:

أَحِبُّوا الصّبيانَ وارحمُوهُم وإذا وعَدتُمُوهُم فَفوا لهم فإنّهم لا يَرَونَ إلّا أنّكم تَرزُقُونَهُم. (الوسائل ۱۲۶/۲)

بچوں سے محبت کرو، اور ان پر رحم کرو۔ ان سے جب وعدہ کرو تو پورا کرو، بچے صرف یہ دیکھتے ہیں کہ تم ان کو روزی دیتے ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے:

إِذَا وَاعَدَ أَحَدُكُمْ صَبِيَّةً فَلْيُنْجِزْ. (مستدرک الوسائل ج۱۵، ص: ۱۷۱)

جب تم میں سے کوئی اپنے بچے سے وعدہ کرے تو اسے پورا کیا کرے۔

۲۔ جھوٹ سے پرہیز

امام باقر علیہ السلام سے منقول ہے:

إِنَّ الْكَذِبَ هُوَ خَرَابُ الْإِيمَانِ. (الکافی ۳۲۹/۲)

جھوٹ ایمان کی تخریب کاری ہے۔

امام علی علیہ السلام سے منقول ہے:

لَا يَجِدُ عَبْدٌ طَعْمَ الْإِيمَانِ حَتَّى يَتْرُكَ الْكَذِبَ هَزْلَهُ وَجِدَّهُ. (الکافی ۳۳۹/۲)

کوئی بندہ ایمان کی لذت سے (اس وقت تک) بہرہ مند نہ ہو گا جب تک جھوٹ کو ترک نہ کرے خواہ سنجیدہ ہو یا شوخی۔

ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: کیا مؤمن زنا کا مرتکب ہو سکتا ہے؟ فرمایا: ہو سکتا ہے۔ کیا مؤمن چوری کر سکتا ہے؟ فرمایا: ہو سکتا ہے۔ عرض کیا: کیا مؤمن جھوٹ بول سکتا ہے؟ فرمایا: ہرگز نہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّمَا یَفۡتَرِی الۡکَذِبَ الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ ۚ (النحل: ۱۰۵)

جھوٹ کا وہی لوگ افترا کرتے ہیں جو اللہ کی نشانیوں پر ایمان نہیں رکھتے۔

امام علی علیہ السلام سے روایت ہے:

وَ لَا سَوْءَةَ أَسْوَأُ مِنَ الْكَذِبِ۔ (مستدرک الوسائل ۱۰۱/۲)

جھوٹ سے بدتر کوئی برائی نہیں ہے۔

ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا:

مجھے ایسا عمل بتادیجئے جس سے میں اللہ کا قرب حاصل کروں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لا تکذب۔ جھوٹ نہ بولو۔

جھوٹ نہ بولنے سے تمام گناہ ترک ہو سکتے ہیں چونکہ کوئی گناہ سرزد ہوتا ہے تو اس کے لیے جھوٹ بولنا پڑتا تھا۔ (مستدرک الوسائل ۱۰۰/۲)

جھوٹ اپنی ذات کی اہانت ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے:

لَا يَكْذِبُ الْكَاذِبُ إِلَّا مِنْ مَهَانَةِ نَفْسِهِ۔ (مستدرك الوسائل ۱۰۰/۲)

کوئی جھوٹا جھوٹ بولتا ہے تو صرف اپنی ذات کی مذلت کی وجہ سے۔

۳۔ بچوں کے ساتھ نرم رویہ اختیار کرنا چاہیے

عباس بن مطلب، ام الفضل جو حضرت امام حسین علیہ السلام کو دودھ پلاتی تھیں، راوی ہیں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایام رضاعت میں ایک دن حسینؑ کو مجھ سے لیکر اپنی گود میں لیا تو حسین علیہ السلام نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کپڑے پر پانی گرادیا، میں نے حسین علیہ السلام کو زور سے اٹھایا جس سے حسین علیہ السلام رو پڑے۔اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَهْلًا يَا أُمَّ الْفَضْلِ ! إِنَّ هَذِهِ الْإِرَاقَةَ الْمَاءُ يُطَهِّرُهَا فَأَيُّ شَيْءٍ يُزِيلُ هَذَا الْغُبَارَ عَنْ قَلْبِ الْحُسَيْنِ.(هدية الاحباب)

آگاہ رہو اے ام الفضل !

یہ پانی جو گرا ہے اسے پاک کیا جا سکتا ہے لیکن رنجیدہ خاطر کے غبار کو کونسی چیز قلب حسین سے صاف کرے گی۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے:

مَنْ كَانَ عِنْدَهُ صَبِيٌّ فَلْيَتَصَابَ لَهُ. (الوسائل ۱۲۶/۵)

جس کسی کے پاس کوئی بچہ ہو تو وہ اس کے سامنے بچہ بن جایا کرے۔

عن ابن عباس قال، قال النبي ﷺ: مَنْ فَرَّحَ ابْنَتَهُ فَكَأَنَّمَا أَعْتَقَ رَقَبَةً مِنْ وُلْدِ إِسْمَاعِيلَ، وَ مَنْ أَقَرَّ بِعَيْنِ ابْنٍ فَكَأَنَّمَا بَكَى مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ۔ (مکارم الاخلاق ۱۱۴)

ابن عباس راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جس نے اپنی بچی کو خوش کیا گویا اس نے اولاد اسماعیل کا ایک غلام آزاد کر دیا اور جو کسی بیٹے کو خوش کرے وہ ایسا ہے کہ خوف خدا میں گریہ کرتا ہے۔

اولاد سے محبت

امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے:

إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَ جَلَّ لَيَرْحَمُ الرَّجُلَ لِشِدَّةِ حُبِّهِ لِوَلَدِهِ. (مکارم الاخلاق ۱۱۳)

اللہ اس شخص پر رحم کرتا ہے جو اپنے بیٹے سے زیادہ محبت کرتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے:

أَحِبُّوا الصِّبْيَانَ وَ ارْحَمُوهُمْ. (الوسائل ۱۲۶/۴۵)

بچوں سے پیار کیا کرو اور ان پر رحم کرو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے:

مَنْ قَبَّلَ وَلَدَهُ كَتَبَ اللَّهُ عَزَّ وَ جَلَّ لَهُ حَسَنَةً وَ مَنْ فَرَّحَهُ فَرَّحَهُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (الکافی ۴۹/۶)

جو اپنے بچے کو چومتا ہے اسے اللہ ایک نیکی کا درجہ دیتا ہے اور جو اپنے بچے کو خوش کرے اللہ اسے قیامت کے دن خوش کرے گا۔

حضرت امام صادقؑ سے روایت ہے:

أَكْثِرُوا مِنْ قُبلَةِ أَوْلَادِكُمْ فَإِنَّ لَكُمْ بِكُلِّ قُبلَةٍ دَرَجَةً فِي الْجَنَّةِ (الوسائل ۱۲۶/۵)

اپنی اولاد کو زیادہ سے زیادہ چوم لیا کرو چونکہ ہر چومنے پر ایک درجہ مل جائے گا۔

قَبَّلَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وآله وسلم الْحَسَنَ وَ الْحُسَيْنَ ع فَقَالَ الْأَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ إِنَّ لِي عَشَرَةً مِنَ الْأَوْلَادِ مَا قَبَّلْتُ وَاحِداً مِنْهُمْ فَقَالَ مَا عَلَيَّ إِنْ نَزَعَ اللَّهُ الرَّحْمَةَ مِنْكَ۔ (مکارم الأخلاق، ص: ۲۲۱)

رسول اللہ ﷺ نے حسنؑ و حسینؑ کو چوم لیا تو اقرع بن حابس نے کہا: میری دس اولاد ہیں اور میں نے کسی ایک کو بھی نہیں چوما۔ تو آپؐ نے فرمایا: میرے کیا کروں اگر اللہ نے رحم کو تجھ سے دور کر دیا ہے۔

معلّم کا مقام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے:

إِنَّ الْمُعَلِّمَ إِذَا قَالَ لِلصَّبِيِ بِسْمِ اللَّهِ كَتَبَ اللَّهُ لَهُ وَ لِلصَّبِيِّ وَ لِوَالِدَيْهِ بَرَاءَةً مِنَ النَّارِ. (مستدرك الوسائل ۲/۶۲۵)

جب استاد بچے سے کہتا ہے بسم اللہ، تو اللہ اس کو، اس بچے کو اور ان کے والدین کو آتش جہنم سے آزاد کرنے کا فیصلہ لکھ دیتا ہے۔

فَيَقُولَانِ يَا رَبَّنَا أَنَّى لَنَا هَذِهِ وَ لَمْ تَبْلُغْهَا أَعْمَالُنَا؟

فَيُقَالُ هَذَا بِتَعْلِيمِكُمَا وَلَدَكُمَا الْقُرْآنَ

فَيُقَالُ: هَذَا بِتَعْلِيمِكُمَا وَلَدَكُمَا الْقُرْآنَ،

وَ تَبصيرِكُمَا إِيَّاهُ بِدِينِ الْإِسْلَامِ۔ (مستدرك الوسائل ۱/۲۹۰)

والدین کہیں گے اے ہمارے مالک! یہ (صلہ) ہم کو کہاں سے ملا؟ ہمارے اعمال کی یہاں تک رسائی نہیں تھی؟ تو جواب میں کہا جائے گا تم نے جو اپنی اولاد کو قرآن کی تعلیم دی ہے اور اس کو دین اسلام کی بصیرت دی ہے یہ اس کا صلہ ہے۔

آئندہ زمانے کے بچے

روی عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: أَنَّهُ نَظَرَ إِلَى بَعْضِ الْأَطْفَالِ

فَقَالَ وَيْلٌ لِأَوْلَادِ آخِرِ الزَّمَانِ مِنْ آبَائِهِمْ،

فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مِنْ آبَائِهِمُ الْمُشْرِكِينَ،

فَقَالَ لَا مِنْ آبَائِهِمُ الْمُؤْمِنِينَ لَا يُعَلِّمُونَهُمْ شَيْئاً مِنَ الْفَرَائِضِ وَ إِذَا تَعَلَّمُوا أَوْلَادُهُمْ مَنَعُوهُمْ وَ رَضُوا عَنْهُمْ بِعَرَضٍ يَسِيرٍ مِنَ الدُّنْيَا فَأَنَا مِنْهُمْ بَرِيءٌ وَ هُمْ مِنِّي بَرَاءٌ. (مستدرک الوسائل ۶۲۵/۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے: کہ آپ نے بعض بچوں کو دیکھا تو فرمایا: آخر زمانے کے باپوں پر افسوس ہو۔ عرض کیا: یا رسول اللہؐ! ان کے مشرک باپ پر افسوس ہے؟ فرمایا: نہیں۔ ان کے مؤمن باپ پر کہ وہ اپنی اولاد کو واجبات کی تعلیم نہیں دیں گے اور اگر وہ تعلیم حاصل کرنا چاہیں تو منع کریں گے اس کے مقابلے میں دنیا کے معمولی مفاد کو پسند کریں گے۔ میں ان سے بیزار ہوں اور وہ مجھ سے بیزار ہیں۔

نماز کی تعلیم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے:

مُرُوا صِبْيَانَكُمْ بِالصَّلَاةِ إِذَا بَلَغُوا سَبْعاً۔(مستدرک الوسائل ۱/۱۷۱)

اپنے بچوں کو نماز کی تعلیم دو جب وہ سات سال کے ہو جائیں۔

امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ فرمایا: بچہ جب تین سال کا ہو جائے تو اسے لا الہ الا اللہ سکھاؤ، جب چار سال کا ہو جائے تو اسے محمد رسول اللہؐ سکھاؤ اور جب پانچ سال کا ہو جائے تو اسے قبلہ کی طرف رخ کر کے سجدہ کرنے کا طریقہ سکھاؤ۔

فاذا تم الست سنين علم الركوع السجود حتى يتم له سبع سنين قيل له اغسل وجهك وكفيك فاذا غسلهما قيل له صل. (مکارم الاخلاق ص۱۱۵)

جب چھ سال پورے ہو جائے تو رکوع وسجدہ کی تعلیم دو جب سات سال پورے ہو جائیں تو اس سے کہا جائے، اپنا چہرہ اور دونوں ہاتھ دھو لو پھر نماز پڑھنے کا کہیں۔

حد سے زیادہ پیار و محبت ممنوع

حد سے زیادہ پیار اور ہر قسم کی آسائش فراہم کرنے اور ہر فرمائش کی برآوری سے بچہ خود پسند بن جاتا ہے اور آئندہ ایک خطرناک زندگی سے دوچار ہو جاتا ہے۔ چونکہ اس سے یہ نازپرور زندگی کا عادی ہو جاے کے سبب وہ پیش آنے والے مسائل کا مقابلہ نہیں کر سکتااور معمولی بات پر زندگی سے مایوس ہونے لگتا ہے۔

بچہ نا فہم ہوتا ہے اور اگر وہ ہر مفید نا مفید چیز پر دست درازی کرتا ہے لہٰذا اسے کھلی آزادی نہیں دی جا سکتی ہے۔ بچہ کی ابتدائی دنوں میں کوئی عادت نہیں ہوتی پس والدین کے لئے یہی نہایت قیمتی موقع ہوتا ہے کہ بچے میں اچھی عادتیں راسخ کریں اس طرح بڑے ہو کر وہ ان عادتوں کی وجہ سے بلند کردار کا مالک ہوگا۔

شرمیلا بچہ

بچہ اگر کسی برے کام کو انجام دینے میں شرم محسوس کرتا ہے تو یہ شرم و حیا بہترین صفت ہے اور یہ انسانی مثبت قدروں میں سے ہےاور اس شرم کو بہت بڑی فضیلت حاصل ہے۔

لیکن اگر وہ اچھے کاموں کے لیے بھی شرم کرتا ہے تو یہ شرم کمزوری ہے۔

حدیث نبوی ﷺ:

أَلْحَيَاءُ عَلَى وَجْهَيْنِ فَمِنْهُ ضَعْفٌ وَ مِنْهُ قُوَّةٌ وَ إِسْلَامٌ وَ إِيمَانٌ. (بحار الانوار ۱۵/۱۹۷)

رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے:

حیا کی دو قسمیں ہیں: ایک حیا کمزوری ہے جبکہ دوسری حیا قوت، عقل و ایمان کی علامت ہے۔

رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے:

إِذَا لَمْ تَسْتَحِ فَاعْمَلْ مَا شِئْتَ۔ (مستدرك الوسائل ۲/۸۶)

اگر تم میں شرم نہیں ہے تو جو چاہو کرو یعنی جہنم جاؤ۔

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے:

وَ مَنْ قَلَّ حَيَاؤُهُ قَلَّ وَرَعُه۔ (نہج البلاغۃ)

جس کی حیا کمزور ہے اس کا تقویٰ کمزور ہوگا۔

امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے:

لَا إِيمَانَ لِمَنْ لَا حَيَاءَ لَه۔ (الکافی ۱۰۶/۲)

جس کے پاس شرم نہیں اس کے پاس ایمان نہیں ہے

امام حسن العسکری علیہ السلام سے روایت ہے:

مَنْ لَمْ يَتَّقِ وُجُوهَ النَّاسِ لَمْ يَتَّقِ اللَّهَ. (بحار الانوار ۲۱۸/۱۷)

جو لوگوں سے نہیں بچتا ہے وہ خوف خدا سے بھی نہیں بچے گا۔

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے:

مَنْ كَسَاهُ الْحَيَاءُ ثَوْبَهُ لَمْ يَرَ النَّاسُ عَيْبَهُ. (الوسائل ۲۲۱/۳)

جس کسی کا لباس شرم وحیا ہوگا اس کے عیب سے لوگ آگاہ نہ ہونگے۔

تنگی میں نہ رکھنا

عن الامام السجاد علیہ السلام:

وَ إِنَّ أَرْضَاكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَسْبَغُكُمْ عَلَى عِيَالِهِ۔

(مستدرک الوسائل ۱۴۳/۲)

امام سجاد علیہ السلام سے روایت ہے:

تم میں سے اللہ کا زیادہ پسندیدہ وہ ہے جو اپنے اہل و عیال کو تنگی میں نہ رکھے۔

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

مَنْ دَخَلَ السُّوقَ فَاشْتَرَى تُحْفَةً فَحَمَلَهَا إِلَى عِيَالِهِ كَانَ كَحَامِلِ صَدَقَةٍ إِلَى قَوْمٍ مَحَاوِيجَ وَ لْيَبْدَأْ بِالْإِنَاثِ قَبْلَ الذُّكُورِ فَإِنَّ مَنْ فَرَّحَ ابْنَةً فَكَأَنَّمَا أَعْتَقَ رَقَبَةً مِنْ وُلْدِ إِسْمَاعِيلَ مُؤْمِنَةً فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَ مَنْ أَقَرَّ بِعَيْنِ ابْنٍ فَكَأَنَّمَا بَكَى مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ وَ مَنْ بَكَى مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ

عَزَّ وَجَلَّ أَدْخَلَهُ اللَّهُ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ۔ (الأمالي للصدوق ص: ۵۷۷)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے:

جو شخص بازار میں جاکر اپنے اہل و عیال کے لیے تحائف خریدتا ہے تو ایسا ہے کہ جیسا کہ محتاج قوم کی طرف صدقہ اٹھا کر لے جاتا ہے۔ تحفہ دیتے وقت لڑکوں سے

پہلے لڑکیوں کو دیں، جو کوئی اپنی بچی کو خوش کرے گا تو ایسا ہے کہ جیسے اولاد اسماعیل میں سے کسی غلام کو آزاد کیا ہو اور جو کوئی اپنے بیٹے کو خوش کرے گا تو وہ ایسا ہے جیسے خوف خدا میں گریہ کرتا ہو اور جو خوف خدا میں گریہ کرتا ہے وہ نعمت بھری جنتوں میں داخل ہوگا۔

عفو درگذر

بچے شرارتی ہوتے ہیں لہٰذا ان کی غیر ارادی لغزشوں سے درگزر کرنا چاہیے۔

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے:

قِلَّةُ الْعَفْوِ أَقْبَحُ الْعُيُوبِ وَ التَّسَرُّعُ إِلَى الِانْتِقَامِ أَعْظَمُ الذُّنُوبِ. (غرر الحکم ص ۵۲۷)

معاف کرنے میں کوتاہی کرنا بدترین عیوب میں سے ہے اور انتقام لینے میں پہل کرنا بڑے گناہوں میں سے ہے۔

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے:

وَ عَظِّمُوا أَقْدَارَكُمْ بِالتَّغَافُلِ عَنِ الدَّنِيِّ مِنَ الْأُمُور (تحف العقول ص ۲۲۴)

معمولی باتوں سے در گزر کرکے اپنی قدر و قیمت میں اضافہ کرو۔

انسان کی شخصیت سازی کے لیے تیسرا استون معاشرہ (ماحول) ہے

معاشرہ کسے کہتے ہیں اور معاشرہ کو تشکیل دینے والے کون لوگ ہیں جن سے بچہ متاثر ہوتا ہے؟ وہ ہیں والد، والدہ، بھائی، بہنیں، گھر کے افراد، رشتہ دار، عالم، استاد، ساتھی، ہم کلاس، میڈیا اور آج کل موبائل کا بھی معاشرے میں اہم ترین مؤثر کردار ہے۔ اس طرح مجالس، اعیاد جشن اور کھیل وغیرہ۔

والدین اور بچے کی تربیت

ا. بچے کا ذہن ہر قسم کے انحرافات سے پاک ہوتا ہے، گویا یہ اس زمین کی طرح ہے جس میں اب تک کوئی بیج نہیں ڈالا گیا۔ پس جو اس میں بویا جائے گا وہی اُگے گا۔ ایسے میں جو ذہن خالی ہے اس میں والدین صداقت، اخلاص، امانت، ایمان اور توحید کی زراعت کر سکتے ہیں اور اس کے برعکس اس میں جھوٹ، ریاکاری اور خیانت وغیرہ بھی کاشت بھی کر سکتے ہیں۔

۲. ابھی بچے کا ذہن دنیاداری سے خالی ہے ابھی وہ دولت، زن اور زمین کے الجھاؤ میں نہیں ہے۔ اگرچہ بچہ، ماں، باپ اور دیگر رشتہ داروں سے وراثتی خاصیتوں کا حامل ہوتا ہے، تاہم کم عمری میں تربیت مؤثر ہوتی ہے۔

وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَاۤ اَمۡوَالُكُمۡ وَاَوۡلَادُكُمۡ فِتۡنَةٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنۡدَهٗۤ اَجۡرٌ عَظِيۡمٌ ﴿۲۸﴾ (سورہ انفال: ۲۸)

جان لو تمہارے اموال اور اولاد آزمائش ہیں اور بتحقیق اللہ کے پاس اجر عظیم ہے۔

اگر انسان اس امتحان اور آزمائش میں کامیاب ہو جاتا ہے تو وہ دنیا اور آخرت دونوں میں سعادت حاصل کرے گا۔

امام سجادؑ سے روایت ہے:

مِنۡ سَعَادَةِ الرَّجُلِ أَنۡ يَكُونَ لَهُ وُلۡدٌ يَسۡتَعِينُ بِهِم (الکافی ۱/۶)

انسان کے لیے یہ باعث سعادت ہے کہ اس کے پاس ایسی اولاد ہو جس سے وہ مدد لیتا ہے۔

حضرت امام عسکری علیہ السلام سے روایت ہے:

فَنِعْمَ الْعَضُدُ الْوَلَد (بحار ۱۶۲/۵۱)

بہترین پشت بان اولاد ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشعث بن قیس سے فرمایا:

إِنَّهُمْ لَثَمَرَةُ الْقُلُوبِ وَقُرَّةُ الأَعْيُن (بحار ۹۷/۱۰۲)

اولاد میوہ دل اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے:

إِنَّ الْوَلَدَ الصَّالِحَ رَيْحَانَةٌ مِنْ رَيَاحِينِ الْجَنَّة.

(الوسائل ۹۷/۱۵)

نیک اولاد جنت کے پھولوں میں سے ایک پھول ہے۔

حسن بصری نے کہا تھا اولاد بدترین چیز ہے کہ اگر زندہ رہتی ہے تو ہم کو اذیت دیتی ہے اگر مر جاتی ہے تو دکھ دیتی ہے۔

حسن بصری کی یہ بات جب حضرت امام زین العابدین علیہ السلام تک پہنچی، تو آپؑ نے فرمایا:

كَذَبَ وَ اللّٰهِ نِعْمَ الشَّيْءُ الْوَلَدُ إِنْ عَاشَ فَدَعَّاءٌ حَاضِرٌ وَ إِنْ مَاتَ فَشَفِيعٌ سَابِق۔ (مستدرك الوسائل ۱۵/۱۱۲)

قسم بخدا اس نے جھوٹ بولا، اولاد بہترین چیز ہے کہ وہ اگر زندہ رہے تو بلانے پر حاضر ہوتی ہے اور اگر مر جائے تو پیشگی شفاعت کرنے والی ہوتی ہے۔

البتہ بری تربیت کی وجہ سے اگر اولاد میں بگاڑ آتا ہے تو اس صورت میں اولاد و بال جان بن جاتی ہیں۔

چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ وَأَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوهُمْ (سورہ تغابن: ۱۴)

اے ایمان والو! تمہاری ازواج اور تمہاری اولاد میں سے بعض تمہارے دشمن ہیں، ان سے بچتے رہو۔

پس اولاد کو نعمت بنانا یا عذاب بنانا خود والدین کی تربیت پر موقوف ہے۔ چنانچہ انسان اپنی اولاد کو انسان ساز بھی بنا سکتے ہیں اور انسان سوز بھی۔

تشکیل شخصیت کے بنیادی عوامل

الف۔ وراثت

ب۔ ماحول

ج۔ تربیت

بچے کی تربیت کہاں سے شروع کرنا چاہئے؟ اس بارے میں مختلف نظریات ہیں۔

ائمہ علیہم السلام کی احادیث کی روشنی میں تربیت رفیقۂ حیات کے انتخاب کے وقت سے شروع ہو جاتی ہے۔

یہ بات قابل توجہ ہے کہ بچے میں باپ کی نسبت ماں کے اثرات زیادہ ہوتے ہیں۔

چنانچہ حدیث میں آیا ہے:

أُنظر في أَيِّ نصاب تضَعُ ولدَك فإنَّ العرقَ دَسَّاس.

دیکھو اپنی اولاد کو کس جگہ رکھ رہے ہو۔ چونکہ سرشت قابل نقل ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے:

زَوِّجُوا الْأَحْمَقَ وَ لَا تُزَوِّجُوا الْحَمْقَاءَ فَإِنَّ الْأَحْمَقَ يَنْجُبُ وَ الْحَمْقَاءَ لَا تَنْجُبُ. (مكارم الاخلاق ص ۳۵۴)

احمق مرد سے شادی کرو مگر احمق عورت سے شادی نہ کرو، کیونکہ احمق مرد سے شریف اولاد آسکتی ہے مگر احمق عورت سے نہیں۔

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے:

إِيَّاكُمْ وَ تَزْوِيجَ الْحَمْقَاءِ؛ فَإِنَّ صُحْبَتَهَا بَلَاءٌ، وَ وُلْدَهَا ضِيَاعٌ۔ (كافي، ج۱۰، ص: ۶۵۱)

خبردار احمق عورتوں سے شادی نہ کرو، چونکہ اس کا ساتھ نبھانا ایک عذاب ہے اور اولاد کا ضیاع ہے۔

ماہرین کے مطابق بچے کے کردار کا 85% اثر ماں کی طرف سے ہوتا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ بچے کی 18 ماہ کی ابتدائی زندگی اس کی شخصیت سازی کے لئے نہایت اہمیت کی حامل ہوتی ہے۔

دوران حمل

بچہ جب ماں کے شکم میں ہوتا ہے تو وہ ماں کے دل کی دھڑکن سے مانوس ہوتا ہے، وہ شکم سے باہر کی آواز بھی سن لیتا ہے اور اثر لیتا ہے۔

تجربات سے معلوم ہوا ہے کہ بچہ شکم مادر میں بھی تربیت کے قابل ہوتے ہیں پس اگر ماں اس بات کی طرف متوجہ رہے اور بچے کو تلاوت قرآن کی آواز سناتی رہے تو بچہ پیدا ہونے کے بعد تلاوت قرآن سے مانوس ہوتا ہے اور اگر وہ رو بھی رہا ہو تو قرآن کی تلاوت سن کر رونا بند کر دیتا ہے۔

اسم گذاری

بچہ جب ایک ہفتے کا ہو جائے تو اس کے نام کا تعین کرنا چاہیے اور عقیقہ کرنے کی بھی زیادہ تاکید ہے۔

نام کے بارے میں تاکید ہے کہ بہتر نام رکھنا چاہیے۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا، باپ پر بچے کا کیا حق ہے؟ تو فرمایا:

تحسن إسمه وأدبه وضعه موضعاً حسناً. (الکافی ۱۸/۶)

اس کا اچھا نام رکھا جائے اور اچھا ادب سکھائے اور اس کو اچھی حالت میں رکھا جائے۔

تربیت کے بنیادی اصول

۱. **پیار:** انسان کے لئے پانی اور غذا کے بعد سب سے اہم ترین چیز پیار و محبت ہے۔ اگر ضرورت کا پیار میسر آیا تو دیگر کوتاہیوں کا کسی حد تک مداوا ہو سکتا ہے اور اگر پیار و محبت میں کمی آئی تو دیگر تمام سہولیات سے اس کا مداوا نہیں ہو سکتا چونکہ پیار کا اثر بچے کی نفسیات پر اس طرح پڑتا ہے کہ اس کی شخصیت کی تشکیل میں ہر چیز کو اپنی جگہ میسر آتی ہے اس طرح شخصیت کی عمارت میں کسی جگہ کوئی رخنہ نہ ہوگا اور شخصیت کی ہر اینٹ کو اس کی اپنی جگہ میسر آچکی ہو گی۔

۲. پیار و محبت کی وجہ سے بچے کی شخصیت میں کوئی خلا نہیں رہتا جبکہ محبت نہ ملنے سے بچے میں احساس محرومیت، احساس حقارت اور احساس نااہلیت وغیرہ پیدا ہو جاتے ہیں۔

۳. پیار و محبت سے بچے میں خود اعتمادی آجاتی ہے جس سے وہ مستقبل میں ایک کامیاب انسان بن سکتا ہے جبکہ محبت نہ ملنے والا بچہ نفسیاتی نقائص کا شکار رہتا ہے اور ہر قدم پر اپنے بے حیثیت ہونے کا احساس ہوتا ہے۔

۴. بچے کو پیار و محبت دینے سے بچے کے دل میں پیار دینے والے کے لیے کشش اور قرب پیدا ہوتا ہے اور اس کا احترام دل میں جاگزین ہوتا ہے۔ اس طرح والدین اور استاد کے ساتھ اس کا رویہ نہایت مثبت ہو جاتا ہے۔

۵. احساس حقارت اور احساس عزت نفس دو ایسے اہم عوامل ہیں جن پر بچے کا آئندہ کردار استوار ہوتا ہے۔

٦. جن بچوں کو بچپن میں پیار و محبت نہیں ملتی ہے وہ بڑے ہو کر اکثر بدمعاش بن جایا کرتے ہیں اور ماہرین نفسیات کا اس بات پر اتفاق ہے کہ زیادہ تر جرائم پیشہ لوگ وہی ہوتے ہیں جنہیں پیار نہیں ملتا۔

امام علی نقی علیہ السلام سے منقول ہے:

مَنْ هَانَتْ عَلَيْهِ نَفْسُهُ فَلَا تَأْمَنْ شَرَّهُ.(تحف العقول ص ۳٦۲)

جس کو اپنی مذلت کا احساس ہے اس کے شر سے بچے رہو۔

۷. پیار و محبت میں کمی کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو حقیر اور ذلیل تصور کرتا ہے اور پھر اس احساس کی تلافی کے لیے تکبر کرتا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے:

مَا مِنْ رَجُلٍ تَكَبَّرَ أَوْ تَجَبَّرَ إِلَّا لِذِلَّةٍ وَجَدَهَا فِي نَفْسِهِ۔ (الکافی ۳۱۲/۲)

کوئی شخص اگر تکبر اور غرور کرتا ہے تو اس کی وجہ اس کے اندر موجود مذلت کا احساس ہے۔

بچوں کو اہمیت دینے کے مواقع

۱. بچوں کے مجلس میں آنے کی صورت میں انہیں احترام کے ساتھ جگہ دینا۔

۲. بچوں کو سلام کرنا۔ چنانچہ روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بچوں کو سلام کیا کرتے تھے۔

۳. بیمار ہونے کی صورت میں بچوں کی عیادت کرنا۔

۴. آواز دینے کی صورت میں احترام سے آواز دینا۔ جیسے بیٹا کہہ کر پکارنا۔

۵. بچوں کی موجودگی میں بڑوں کو چاہیے کہ وہ بچوں سے بچوں کی طرح پیش آئیں اور بچوں کے سامنے اپنی بڑائی نہ دکھائیں۔

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

مَنْ كَانَ عِنْدَهُ صَبِيٌّ فَلْيَتَصَابَ لَهُ۔ (وسائل ۱۵/۲۰۳)

جس کسی کے پاس کوئی بچہ ہے تو وہ اس کے سامنے بچہ بن کر پیش ہو جایا کرے۔

تاکہ بچہ آپ سے مرعوب ہونے کی بجائے آپ سے مانوس ہو اس طرح بچے میں احساس کمتری وجود میں نہیں آئے گا۔

٦. بچوں کے دوستوں پر نظر رکھنا، والدین اور معلّموں کو چاہیے کہ اس بات پر نظر رکھیں کہ بچے کس قسم کے بچوں سے دوستی کر رہے ہیں۔ والدین کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کو بری عادت کے دلدادہ بچوں کو دوست بنانے سے منع کریں۔

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

اَلْمَرْءُ عَلَى دِينِ خَلِيلِهِ، فَلْيَنْظُرْ أَحَدُكُمْ مَنْ يُخَالِلُ. (بحار ۷۴/۱۹۲)

انسان اپنے دوست کے مذہب پر ہوا کرتا ہے، پس انسان کو چاہیے کہ وہ دیکھے کس کو اپنا دوست بنا رہا ہے۔

امام سجادؑ سے روایت ہے:

يَا بُنَيَّ اُنْظُرْ خَمْسَةً فَلَا تُصَاحِبْهُمْ وَ لَا تُحَادِثْهُمْ (تحف العقول ۲۸۶)

اے میرے بیٹے! پانچ قسم کے افراد کے ساتھ نہ بیٹھا کرو، اور ان کے ساتھ باتیں نہ کرو۔ پوچھا گیا وہ کون سے پانچ ہیں؟

امامؑ نے فرمایا: جھوٹا، فاسق، بخیل، احمق اور اپنے رشتہ داروں سے قطع تعلق کرنے والا۔

ماہرین کے مطابق بچوں میں اکثر خرابی والدین کی اس لاپرواہی کے نتیجے میں آتی ہے کہ وہ یہ خیال نہیں رکھتے کہ ان کا بچہ کس قسم کے دوستوں سے میل جول رکھ رہا ہے۔

۷. **زیادہ سرزنش نہ کرنا۔** آپ اگر اپنے بچے کو ہر وقت سرزنش کرتے رہتے ہیں تو بچے کی طبیعت میں ایک قسم کی خرابی رچ بس جاتی ہے کہ وہ ایک قابل نفرت انسان ہے۔

علي عليه السلام :

وَالْإِفْرَاطُ فِي الْمَلَامَةِ يَشُبُّ نِيرَانَ اللَّجَاجِ۔ (بحار الانوار ۲۳/۱۱۴)

زیادہ سرزنش کرنے سے بچہ ضدی ہو جاتا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے:

وَإِيَّاكَ أَنْ تُكَرِّرَ الْعَتْبَ فَإِنَّ ذَلِكَ يُغْرِي بِالذَّنْبِ وَ يُهَوِّنُ الْعَتْبَ۔ (مستدرك الوسائل ج۱۴)

بار بار سرزنش کرنے سے پرہیز کرو چونکہ ایسا کرنے سے بچہ گناہ کا زیادہ دلدادہ ہو جاتا ہے اور سرزنش بے اثر ہو جاتی ہے۔

اپنے بچوں میں تفریق نہ کرنا

یہ بھی نہایت ضروری ہے کہ اگر کسی کے چند بچے ہو تو ان میں سے کسی ایک سے زیادہ پیار کرنا اور کسی بچے کو دوسروں سے زیادہ چاہنا درست عمل نہیں ہے۔ اس سے دوسرے بچوں میں

احساس محرومی بڑھ جاتا ہے اور پھر حسد کرنے کا عمل شروع ہو جاتا ہے، جیساکہ برادران یوسف کے ساتھ ہوا تھا۔

ارشاد نبوی ﷺ:

نَظَرَ رَسُولُ اللّه ﷺ إِلَى رَجُلٍ لَهُ ابْنَانِ فَقَبَّلَ أَحَدَهُمَا وَ تَرَكَ الْآخَرَ فَقَالَ، النَّبِيُّ ﷺ فَهَلَّا سَاوَيْتَ بَيْنَهُمَا. (مکارم الاخلاق ص۳۲۱)

رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا جس کے دو بیٹے تھے اس نے ایک کو چوم لیا اور دوسرے کو نہیں تو نبی اکرمؐ نے اس سے فرمایا: تم نے ان دونوں میں مساوات کیوں نہیں کی۔

ارشاد نبوی ﷺ:

اِعْدِلُوا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ كَمَا تُحِبُّونَ أَنْ يَعْدِلُوا بَيْنَكُمْ فِي الْبِرِّ وَ اللُّطْفِ. (مکارم الأخلاق ص۲۵۲)

اپنے بیٹوں میں برابری سے کام لو جیساکہ تم چاہتے ہو وہ تم سے نیکی اور محبت میں برابری کریں۔

ارشاد نبوی ﷺ:

إنّ الله تعالى يحبُّ أن تعدلوا بين أولادكم حتّى في القبل. (کنز العمال ۱۶/۴۴۵)

اللہ چاہتا ہے کہ تم اولاد میں مساوات برتو حتیٰ چومنے تک میں۔

وَ خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَإِذَا فِي الْمَسْجِدِ مَجْلِسَانِ مَجْلِسٌ يَتَفَقَّهُونَ وَ مَجْلِسٌ يَدْعُونَ اللّٰهَ تَعَالَى وَ يَسْأَلُونَهُ فَقَالَ كِلَا الْمَجْلِسَيْنِ إِلَى خَيْرٍ أَمَّا هٰؤُلَاءِ فَيَدْعُونَ اللّٰهَ وَ أَمَّا هٰؤُلَاءِ فَيَتَعَلَّمُونَ وَ يُفَقِّهُونَ الْجَاهِلَ هٰؤُلَاءِ أَفْضَلُ بِالتَّعْلِيمِ أُرْسِلْتُ ثُمَّ قَعَدَ مَعَهُمْ. (کنز العمّال ج ۱۰/ ۴۷)

تعلیم کے بارے میں اسلام کا موقف نہایت واضح ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول ﷺ پر وحی کی تو ابتدا تعلیم کے حکم اِقرأ سے فرمائی۔ اس سلسلے میں ایک واقعہ بہت توجہ طلب ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مسجد میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ ایک گروہ علمی گفتگو میں مشغول ہے جبکہ دوسری گروہ عبادت میں مصروف

ہے، چنانچہ آپؐ نے فرمایا: دونوں گروہیں درست کام کر رہے ہیں مگر میں تعلیم کے لیے مبعوث ہوا ہوں یہ فرما کر آپؐ علمی گفتگو والے حلقہ میں شامل ہو گئے۔

عادت

کسی بات پر مکرر عمل کرنے سے وہ عمل عادت بن جاتا ہے اور جب کسی کام کی عادت پڑ جائے تو اس کام سے انتہائی دلچسپی پیدا ہوتی ہے اور اس کو بجالانے میں لذت محسوس ہوتی ہے اور اگر اس کام سے روکا جائے تو محرومیت کا احساس ہوتا ہے اور انسان بے چین ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اس طرح ہمارے جذبات اور سوچ کا طریقہ ہماری عادتوں کے زیر اثر ہو ہو جاتا ہے۔

اچھی اور بری عادتیں

کسی کام کو تادیر انجام دیتے رہنے سے وہ عادت بن جاتا ہے ہمیں بہت سے کاموں کی انجام دہی کے لیے اچھی عادتوں کی ضرورت ہے اور بری عادتوں سے بچنے کی بھی ضرورت ہے۔

بچے از خود یہ کام نہیں کر سکتے کہ وہ اچھی عادتیں اپنائیں اور بری عادتوں سے پرہیز کریں۔

یہ والدین اور اساتذہ کی ذمہ داری ہے کہ بچوں کو اچھی عادتوں کے ماحول میں رکھیں اور بری عادتوں کے ماحول میں جانے نہ دیں۔

والدین کی صرف یہ ذمہ داری نہیں ہے کہ وہ بچوں کو صرف روٹی اور کپڑا فراہم کریں اور استاد کی بھی صرف یہ ذمہ داری نہیں ہے کہ وہ بس کتاب ہی پڑھائیں، بلکہ ان دونوں کی یہ بھی اہم ذمہ داری ہے کہ بچوں کو اچھی عادت، اچھی سوچ اور اچھا طرز عمل اختیار کرنے کا عادی بنائیں۔

دوسرے لفظوں میں: والدین اور اساتذہ کو چاہیے کہ وہ انسان ساز بن جائیں۔

نسل نو کی تربیت

ہماری درسگاہوں سے عصری تعلیم کے تحت ڈگریاں حاصل کرنے والوں کی کمی نہیں ہے۔ مگر اپنے وطن کو استقلال دینے اور اغیار سے بے نیاز کرنے کی صلاحیت کے مالک افراد کی کمی ہے۔ خود اپنے ملک کی خیرات سے فائدہ اٹھانے کی صلاحیت رکھنے والے لوگ موجود نہیں ہیں۔ ہماری یونیورسٹیوں میں اس شعبہ میں کوئی کام نہیں ہوتا ہے۔

وہ قوم جو ملکی مفادات کا تحفظ جانتی ہے وہ اغیار کی محتاج نہیں ہوتی۔ جس تعلیم سے یہ شعور نہ ملے کہ اس کی وجہ سے قومی مفادات کے خلاف ہونے والی بین الاقوامی سازشیں کیا ہیں وہ تعلیم مفید نہیں ہے۔

جذبات

بچہ جس معاشرے میں زندگی گذارتا ہے اس روزانہ وہ کسی نہ کسی صورت حال کے رو برو ہوتا ہے۔ بعض صورت حال سے بچہ محظوظ اور خوش ہوتا ہے اور بعض صورت حال سے یہ رنجیدہ اور پریشان ہوتا ہے اور اگر اس کا ذہن اس صورت حال میں کاملاً غیر جانبدار ہے تو اس واقعہ کا اس پر کوئی مثبت یا منفی اثر نہیں ہوتا۔

بالفرض دو پہلوان کشتی لڑ رہے ہوں تو اگر کسی کا ذہن کسی کے ساتھ ہمدردانہ ہے تو وہ اس کے کامیاب ہونے یا ناکام ہونے سے اثر لیتا ہے اور اگر غیر جانبدار ہے تو کسی کے ہارنے اور جیتنے سے اس پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ انسان ہمیشہ اپنے گرد و پیش میں وقوع پذیر ہونے والے واقعات کے زیرِ اثر رہتا ہے۔

اور اگر ہمیشہ ایک ہی قسم کی صورت حال کا سامنا رہے تو ذہن اُکتا جاتا ہے لہٰذا مختلف صورت حال کا سامنا کرنا ضروری ہے۔

مولا علی علیہ السلام سے روایت ہے:

إِنَّ هَذِهِ الْقُلُوبَ تَمَلُّ كَمَا تَمَلُّ الْأَبْدَانُ فَابْتَغُوا لَهَا طَرَائِفَ الْحِكَمِ (نہج البلاغة)

یہ دل بھی جسم کی طرح تھک جاتے ہیں لہٰذا اس کے لیے حکمت آمیز لطیفے تلاش کرو۔

جس طرح زندگی میں ہمیشہ ایک جیسی مثبت صورت حال سے دو چار رہنے سے ذہن کام نہیں کرتا۔ اسی طرح ہمیشہ ایک جیسی منفی صورت حال سے دو چار ہونے کی وجہ سے بھی بچے کا ذہن مسموم اور نا قابل اصلاح ہو جاتا ہے۔

لہٰذا بچوں کو تفریح کے لیے لے جانا اور خوبصورت مناظر سے لطف اندوز کرانا نہایت ضروری ہے۔

جذبات کا مجروح کرنا

اگر آپ بچے کے جذبات مجروح کرتے ہیں تو بچے کی ذہنی اور جسمانی حالت اعتدال سے خارج ہو جاتی ہے یہ حقیقت ہے کہ

ٹینشن میں جانے کے بعد انسان کے اندر اعتدال قائم نہیں رہتا۔ کہتے ہیں کہ ٹینشن کی حالت میں دوا بھی اثر نہیں کرتی چونکہ انسان اپنا اعتدال کھو دیتا ہے اس کی حرکت نبض تیز ہو جاتی ہے سانس پھول جاتا ہے، خون کے پریشر میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے اور معدہ کی کارکردگی بھی متاثر ہو جاتی ہے۔

خوف

خوف بھی ایک ایسا عمل ہے جس میں اگر اعتدال ہو تو یہ بات مثبت ہوتی ہے۔

یعنی ہر چیز سے خوف کھانا بھی ایک بیماری ہے اور بالکل بے خوفی بھی ایک قسم کا جنون ہے۔

لہٰذا بچے میں اس بات کا شعور پیدا کرنا ضروری ہے کہ اسے نقصان پہنچانے والی چیزوں سے خوف کھانا ہے اور کون کونسی چیزیں ضرر رساں ہیں ان کو تربیت کے ذریعہ بچے کے ذہن میں جاگزین بھی کرنا ہے۔

تربیت

تربیت کا معنیٰ ہے کسی کو تدریجاً اوپر کی طرف اٹھانا۔ ہمارا موضوع بچوں کی تربیت ہے۔ اپنے گرد و پیش کے ماحول سے متاثر ہونے سے پہلے بچوں کا دل ہر منفی بات سے پاک ہوتا ہے۔ اس میں نہ حسد ہوتا ہے، نہ مفاد پرستی نہ کسی سے عداوت ہوتی ہے نہ فریب و دھوکہ دہی، نہ مکاری و عیاری، نہ مال و دولت کا لالچ، نہ جاہ وجلالت کی دلدادگی، نہ تکبر، نہ خود غرضی سے آشنائی، نہ کسی جماعت کا رکن ہونا نہ کسی سیاست کا حصہ بننا، نہ کسی قوم و ملت کے ساتھ تعصب برتنا، نہ کسی طاقت سے وابستگی۔ پس وہ تو اپنے پدر مادر کو جانتا ہے انہیں چاہتا ہے اور وہ بھی اس بنیادوں پر نہیں کہ وہ فلاں علاقے کے باشندہ ہیں یا فلاں قوم و نسل کے فرد ہیں۔

آپ کے سامنے ایک خام مال ہے جس میں کوئی ملاوٹ نہیں، اس میں فی الحال کچھ نہیں صرف صلاحیت ہے اس کا کوئی حال نہیں جو کچھ ہے وہ اس کا مستقبل ہے وہ آپ کے ہاتھ میں ہے اس میں فی الحال کوئی سبزہ نہیں لیکن اس میں سب کچھ اگنے کی صلاحیت ہے۔

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے فرزند حضرت حسن علیہ السلام سے فرمایا:

وإنَّما قلبُ الحَدَثِ كالأَرضِ الخَاليَةِ ما أُلقِي فِيها مِن شَيء إلَّا قَبِلَتْه۔ (وسائل ۲۱/ ۴۷۸)

نو عمر کا دل خالی زمین کی طرح ہے جس میں جو بھی ڈال دیا جائے اسے زمین قبول کرتی ہے۔

حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

لَأَنْ يُؤَدِّبَ الرَّجُلُ وَلَدَهُ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَتَصَدَّقَ كُلَّ يَوْمٍ بِنِصْفِ صَاعٍ۔ (الوسائل ۱۰/۱۹۵)

انسان کا اپنے فرزند کو تربیت دینا روزانہ ڈیڑھ کلو صدقہ دینے سے بہتر ہے۔

اولاد

انسان کے لیے اولاد دنیا میں دست و بازو اور نیک اولاد آخرت کے لیے باقیات صالحات میں سے ہیں۔

حدیث رسول ﷺ ہے:

إِنَّهُمْ لَثَمَرَةُ الْقُلُوبِ وَ قُرَّةُ الْأَعْيُنِ (مستدرک الوسائل، ج۱۵)

اولاد میوہ دل اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں۔

إِنَّ الْوَلَدَ الصَّالِحَ رَيْحَانَةٌ مِنْ رَيَاحِينِ الْجَنَّةِ. (الوسائل، ۹۷/۱۵)

نیک اولاد جنت کے پھولوں میں سے ایک پھول ہے۔

امام سجاد علیہ السلام سے روایت ہے:

مِنْ سَعَادَةِ الرَّجُلِ أَنْ يَكُونَ لَهُ وُلْدٌ يَسْتَعِينُ بِهِمْ. (الکافی ۱/۹)

مددگار اولاد انسان کے لیے باعثِ سعادت ہیں۔

امام حسن عسکری علیہ السلام سے روایت ہے:

فَنِعْمَ الْعَضُدُ الْوَلَدُ (بحار الانوار ۱۶۲/۵۱)

اولاد بہترین بازو ہے۔

اولاد آج کا میوہ دل اور کل آپ کا بوجھ اٹھانے والی ہے آج یہ بچے ہیں کل یہ پوری امت کے وارث ہیں۔ آج ان کی قسمت ہمارے ہاتھ میں ہے جبکہ کل پوری امت کی قسمت ان کے ہاتھ میں ہوگی۔ پس ان کی تربیت پوری امت کی تربیت ہے۔

آج ہماری اہم ترین ذمہ داری ان بچوں کی ایسی تربیت کرنا ہے کہ کل یہ اس امت کے امین بن جائیں۔

حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے:

ما نَحَلَ والدٌ ولداً من نُحُلٍ أَفضَل من أَدبٍ حَسَنٍ۔ (مستدرك الوسائل ۱۶۵/۱۵)

ادب سے بڑھ کر کوئی بہترین چیز باپ اپنے بیٹے کو نہیں دے سکتا۔

بچوں کی شخصیت کی تشکیل

عام طور پر لوگ بچوں کی شخصیت کی تشکیل کے بارے میں توجہ نہیں کرتے وہ اپنے دیگر کاموں میں مشغول رہتے ہیں اور بچوں کو ماؤں کے پاس چھوڑ دیتے ہیں وہ اس بات کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتے کہ بچے کی شخصیت کی عمارت کس طرح تعمیر ہو رہی ہے۔ وہ اس بات سے غافل ہے کہ ایک نا تجربہ کار اور نافہم شخص اس عمارت کی دیوار اٹھا رہا ہے جس کو اس بات تک کا علم اور تجربہ نہیں ہے کہ اینٹ کس طرح رکھنا ہے اور اینٹوں کو باہم مربوط رکھنے کے لیے کونسا میٹریل استعمال کرنا ہے۔آپ کا کیا خیال ہے کہ اس عمارت کا انجام کیا ہو گا۔

پس والدین اور دیگر ذمہ داروں پر یہ لازمی فریضہ ہے کہ وہ بچوں کی نفسیات سے واقفیت رکھتے ہوں اور ابتدائی زندگی میں ان کی درست تربیت کریں۔

تجربات سے یہ بات پوری وضاحت کے ساتھ سامنے آئی ہے کہ بڑے ہو کر انسان کی شخصیت میں جو بھی کمی نظر آتی ہے کہ وہ اس کی ابتدائی زندگی میں اچھی تربیت نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔

ابتدائی سات سال

والدین کے لیے انتہائی قابل توجہ بات یہ ہے کہ ابتدائی سات سال بچے کے لیے انتہائی تقدیر ساز ہیں کیونکہ ان سات سالوں میں بچے کی شخصیت کی تشکیل کے لیے بنیاد ڈال دی جاتی ہے اسی بنیاد پر بچے کی آنے والے زندگی استوار ہوتی ہے، پس بچے نے جو کچھ بننا ہوتا ہے وہ انہی سات سالوں میں بن چکا ہوتا ہے، چونکہ اس کی زندگی کی عمارت کی تعمیر کے لیے خام مال ان سات سالوں میں فراہم ہوتا ہے۔

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

اَلْوَلَدُ سَيِّدٌ سَبْعَ سِنِينَ وَ عَبْدٌ سَبْعَ سِنِينَ وَ وَزِيرٌ سَبْعَ سِنِين۔ (وسائل الشیعة، ج۲۱، ص۴۷۶)

بچہ سات سال سردار ہے، سات سال غلام ہے اور سات
سال وزیر ہے۔

پہلے سات سالوں میں بچے کی جہاں سرداری چلتی ہے اسی مدت میں اس کی شخصیت کی عمارت کی خشت اول (پہلی اینٹ) رکھی جاتی ہے ان سالوں میں وہ کس کی گود میں پلا، کس کا دودھ پیا، کس مال سے اس کو پالا گیا اور کس ماحول میں اس کو رکھا گیا یہ سب اس بچے کی تربیت میں مؤثر ہوتا ہیں۔

کھیل

جس مناسب فضا میں بچے کو رکھنا ضروری ہے اس میں مناسب کھیل کا بڑا دخل ہے، کھیل بچوں کی اچھی تربیت کے لیے بہترین ذریعہ ہے۔

چونکہ بچے کھیل کو نہایت شوق سے کھیلتے ہیں، بچوں کو کھیل کا بہت شوق ہوتا ہے اور شوق کی سیرابی سے بچے کے ذہنی رجحانات کی سیرابی ہوتی ہے جس کی وجہ سے اس کی طبیعت پر مثبت اثرات مترتب ہوتے ہیں اور اس کے جسمانی اور طبعی توازن میں اعتدال آجاتا ہے۔

یہ بات تجربات کی روشنی میں واضح ہو چکی ہے کہ بچے کو ابتدائی مراحل میں نہ صرف صحت مند غذا کی ضرورت ہوتی ہے بلکہ اس کے ساتھ انسان کی دیگر قدروں کی کفالت اور نگرانی کی بھی ضرورت بھی ہوتی ہے۔

یہ بات تجربات میں آئی ہے کہ بچے ابتدائی زندگی میں صحیح تربیت اور درست نگرانی نہ ہونے کی وجہ سے۔بڑے ہو کر قابل گرفت کردار کے مالک بن جاتے ہیں، بچے کی سرداری کے دوران اس کے کھیل کود اور دیگر ترجیحات میں مداخلت نہیں کرنی چاہیے کیونکہ بچہ ان دنوں میں سردار ہے اس کو امر و نہی نہیں کرنا ہے پس آپ کو اس کی سرداری کا لحاظ رکھنا ہوگا۔

ان دنوں میں بچہ او چھل کود کرے گا، دوڑ لگائے گا اور آرام سے نہیں بیٹھے گا، اسے کھیل کود میں لطف آتا ہے۔ لہٰذا بچے کو اس دوران نفسیاتی اعتبار سے لطف اندوز ہونے دیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے:

أَلْغُلَامُ يَلْعَبُ سَبْعَ سِنِينَ۔ (الکافي ٦/٤٧)

بچہ سات سال کھیل کود کرے گا۔

وہ ہر نئی چیز کو دیکھ کر اس کی طرف توجہ کرتا ہے اور سمجھنا چاہتا ہے۔ وہ اس وقت بادشاہ ہے اس کے کسی کام میں مداخلت نہیں کرنی چاہیے اور اس کی سرداری پر حرف نہیں آنا چاہیے۔

حضرت علیؑ سے منقول ہے:

وَلَدُكَ رَيحَانَتُكَ سَبعاً. (نهج البلاغه شرح ابن ابی الحدید/کلمه)

تیرا بچہ سات سال تک تیرا پھول ہے۔

بچوں کے کھیل کے بارے میں درج ذیل حدیث نہایت قابل توجہ ہے:

ایک دفعہ رسول کریم ﷺ کسی گلی سے گزر رہے تھے تو آپ ﷺ نے وہاں بچوں کو کھیلتے دیکھا۔

ایک بچہ فکر مند ایک کونے میں بیٹھا ہوا تھا۔

رسول کریم ﷺ نے اس سے پوچھا:

کھیلتے کیوں نہیں ہو؟

بچے نے کہا:

چونکہ میرے کپڑے پرانے ہیں اور میرا باپ نہیں ہے۔

لہذا بچے مجھے اپنے ساتھ کھیلنے نہیں دیتے،

رسول ﷺ نے اسے گود میں اٹھایا
اور حضرت فاطمہؑ کے گھر لے آئے۔
اور فاطمہؑ سے فرمایا:
کیا آپ کو پسند ہے کہ میں آپ کے لیے ایک بھائی لایا ہوں؟
پھر فرمایا:
بیٹی! تھوڑا پانی تیار کرو
اور اپنے بچوں کے کپڑوں میں سے کوئی کپڑا لے آو،
فاطمہؑ نے ایسا ہی کیا
اور رسول اللہ ﷺ سے مل کر اسے نہلایا
اور اچھا لباس پہنایا،
بالوں کو کنگھی کی
پھر رسول اللہ ﷺ اسے گلی میں لے آئے
اور دوسرے بچوں کے سامنے اس کے ساتھ کھیلنے لگے۔
بچوں نے کہا:
یا رسول اللہؐ! آپؐ ہمارے ساتھ کیوں نہیں کھیلتے؟

فرمایا:

میں اس شرط پر تمہارے ساتھ کھیلوں گا

کہ تم اس بچے کے ساتھ کھیلو۔

چنانچہ رسول اللہؐ نے اس بچے کو دوسرے بچوں کے ساتھ کھیل میں مصروف کر دیا۔

ہر خواہش

ان سات سالوں میں بچے اپنے ماں باپ سے ہی توقعات رکھتے ہیں اسی لیے وہ اپنی خواہشات کا والدین سے اظہار کرتے ہیں پس اگر والدین بچوں کی خواہشات کا احترام کریں تو بچوں کا والدین پر اعتماد محکم ہو جاتا ہے اور یہی اعتماد بڑے ہو کر والدین کی اطاعت کے لئے بنیاد بنتا ہے۔ چونکہ بچپن میں والدین پر اعتماد ان کے تحت الشعور میں منقش ہو جاتا ہے اور یہ نقش انمٹ ہوتا ہے لٰہذا بچہ جب جوان ہوگا اس وقت اس اعتماد کے آثار بچے کے کردار اور والدین کے ساتھ اس کے رویے میں نمایاں ہوں گے۔

حدیث نبوی ﷺ :

تُسْتَحَبُّ عَرَامَةُ الصَّبِيِ فِي صِغَرِهِ لِيَكُونَ حَلِيماً فِي كِبَرِهِ (بحار الانوار ۴/۳۷۸)

بچے کا کم سنی میں پر جوش ہونا ان کے بڑے ہو کر بردبار بننے کی علامت ہے۔

اب اگر والدین اور دیگر لوگ اس بچے کی سرداری کے دنوں میں اس پر حکم چلائیں، مثلاً کہیں کہ یہ نہ کرو، چھوڑ دو، پھینک دو، کیوں کیا، ایسا نہیں کرتے، گندا بچہ، خبردار پھر ایسا نہ کرنا وغیرہ جیسی پابندیوں کی زنجیروں میں جکڑ لیتے ہیں تو اس قسم کا ماحول بچے کی صحت، نفسیات اور اس کی خواہشات کے خلاف ایک منفی عمل ہے اور یہ اس کی نفسیات اور شخصیت کی تشکیل میں ایک نہایت نامناسب دخل اندازی ہے۔

البتہ جو چیزیں بچے کے لئے ضرر رساں ہیں ان کو پہلے ہی بچے کی پہنچ سے دور رکھنا ضروری ہے تاکہ روکنا اور ٹوکنا نہ پڑے۔

حدیث نبوی ﷺ نہایت قابل توجہ ہے:

عَرَامَةُ الصَّبِيِ فِي صِغَرِهِ زِيادَةً فِي عَقلِهِ فِي كِبَرِهِ (بحار الانوار ۴/۳۷۸)

بچے کا بچپن میں پر جوش ہونا بڑے ہو کر عقلمند ہونے کی علامت ہے۔

ہم اپنے عرف میں یوں کہہ سکتے ہیں: بچہ جس قدر شرارتی ہوگا اتنا ہی ذہین ہوگا۔

دوسرے سات سال

بچہ جب آٹھویں سال میں قدم رکھتا ہے تو اس کی تعلیم کا مرحلہ شروع ہو جاتا ہے۔ اب والدین یا استاد اس کو پیار سے سمجھانا شروع کرتے ہیں کہ اچھی باتیں کونسی ہیں اور بُری باتیں کونسی ہیں۔ پس اگر اس نے کوئی بری بات کی تو تنبیہ کا طریقہ یہ ہے، یہ باتیں تو گندے بچے کرتے ہیں ہمارا بچہ تو نہایت اچھا بچہ ہے وہ ایسی باتیں نہیں کرتا۔ المختصر تنبیہ میں بھی تربیت ہونی چاہئے۔

اب ہم آتے ہیں بچے کو کونسی باتوں کی تعلیم دینا شروع کریں۔

- سلام کرنا
- ہر کام بسم اللہ سے شروع کرنا

- صفائی کا خیال رکھنا
- والدین اور بزرگوں کا احترام کرنا
- وضو کرنے کا طریقہ
- غسل کرنے کا طریقہ
- اور نماز پڑھنے کا طریقہ

اس مرحلے میں بچے بڑوں سے بہت کچھ سیکھ لیتے ہیں۔ اس میں یہ بات نہایت قابل توجہ ہے کہ بچے بزرگوں میں کسی قسم کی خامی، خرابی اور بددیانتی اسلامی احکام و اخلاق کی خلاف ورزی نہ دیکھیں چونکہ گفتار سے زیادہ والدین کے رویے اور کردار بچے کے دل میں نقش ہوتا ہے اور یہ نقش انمٹ ہوتا ہے۔

عمر کے اس حصے میں درج ذیل امور سے اجتناب ضروری ہے۔

ا۔ جھوٹ

والدین اپنے بچوں سے ہرگز جھوٹ نہ بولیں خواہ وہ مزاحاً ہی کیوں نہ ہو۔ چونکہ جب والدین کو جھوٹ بولتے دیکھیں گے تو بچوں کے ذہن میں یہ بات نقش ہو جائے گی کہ جھوٹ بولنا بری بات نہیں ہے۔

حضرت علیؑ سے منقول ہے:

لَا يَجِدُ عَبْدٌ طَعْمَ الْإِيمَانِ حَتَّى يَتْرُكَ الْكَذِبَ هَزْلَه۔

(الکافی ۳۳۹/۲)

کوئی بندہ ایمان کی لذت سے آشنا نہیں ہو سکتا جب تک وہ جھوٹ کو ترک نہ کرے خواہ سنجیدہ ہو یا مزاح۔

علیؑ سے منقول ہے:

وَ لَا سَوْءَةَ أَسْوَأُ مِنَ الْكَذِبِ۔ (مستدرک الوسائل ۱۰۱/۲)

جھوٹ سے بُری کوئی بُرائی نہیں ہے۔

حدیث نبویؐ:

لَا يَكْذِبُ الْكَاذِبُ إِلَّا مِنْ مَهَانَةِ نَفْسِه۔(مستدك الوسائل ۱۰۰/۲)

جھوٹا اپنی مذلت کی وجہ سے ہی جھوٹ بولتا ہے۔

ایک شخص نے رسول اللہؐ سے عرض کیا:

مجھے ایسا عمل بتا دیجئے جس سے میں اللہ کا قرب حاصل کر سکوں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: لاتکذب. جھوٹ نہ بولا کرو۔

جھوٹ نہ بولنے سے تمام گناہ ترک کرنا پڑتے ہیں چونکہ اگر کوئی گناہ سرزد ہوتا ہے تو اس کے لئے جھوٹ بولنا پڑتا تھا۔

۲۔ وعدہ خلافی

دوسری اہم بات یہ ہے کہ بچوں سے عمر کے دوسرے سات سال میں وعدہ خلافی سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔

حدیث نبوی ﷺ منقول ہے:

أَحِبُّوا الصّبيانَ وَارحَمُوهُم وَإِذا وَعَدتُمُوهُم فَفوالَهُم فإِنَّهُم لا يَرَونَ إِلّا أَنَّكُم تَرزقُونَهُم۔ (الوسائل ۱۲۶/۲)

بچوں سے پیار کرو اور ان پر رحم کرو، جب تم ان بچوں سے وعدہ کرو تو اسے پورا کرو چونکہ بچے تو صرف یہ دیکھتے ہیں کہ تم ہی انہیں کھلاتے پلاتے ہیں۔

حدیث نبوی ﷺ:

إِذَا وَعَدَ أَحَدُكُمْ صَبِيَّةً فَلْيُنْجِزْ. (مستدرك الوسائل)

تم جب اپنے بچے سے وعدہ کرو تو پورا کرو۔

۳۔ وفا بہ عہد

وعدہ اور عہد میں فرق نہیں ہے۔ جبکہ وفا اور معاہدہ میں فرق یہ ہے چونکہ معاہدہ دو آدمیوں کے درمیان ہوتا ہے جبکہ عہد و وعدہ یکطرفہ ہوتا ہے۔

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

ثَلَاثَةٌ لَيْسَ لِأَحَدٍ فِيهِنَّ رُخْصَةٌ:

۱۔ الْوَفَاءُ لِمُسْلِمٍ كَانَ أَوْ كَافِرٍ

۲۔ وَبِرُّ الْوَالِدَيْنِ مُسْلِمَيْنِ كَانَا أَوْ كَافِرَيْنِ

۳۔ وَأَدَاءُ الْأَمَانَةِ لِمُسْلِمٍ كَانَ أَوْ كَافِرٍ۔

تین چیزیں ہیں جن میں کسی کے لئے بھی لچک کی گنجائش نہیں ہے

۱۔ وفا بہ عہد، خواہ مسلمان کے ساتھ ہو یا کافر کے ساتھ

۲۔ والدین کے ساتھ نیکی کرنا خواہ دونوں مسلمان ہوں یا کافر

۳۔ امانت کی ادائیگی کرنا خواہ مسلمان کی ہو یا کافر کی

تقریباً اسی مضمون کی ایک روایت حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے۔ (الکافی ۱۶۲/۲)

تربیتِ اولاد

آنے والی نسلوں کی تربیت موجودہ نسل کی ذمہ داری ہے جو والدین سے لیکر استاد تک اور بلکہ ہر اس شخص تک جس کو کسی بچے سے واسطہ پڑتا ہے سب کی ذمہ داری بنتی ہے۔

حدیث نبوی ﷺ:

أَدِّبُوا أَولادَكُم فَإِنَّكُم مَسؤُلُونَ عَنهُم۔

اپنی اولاد کو ادب سکھاؤ کیونکہ تم سے اولاد کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

حدیث کے مطابق اولاد کی صحیح تربیت کا حق ان کے والدین پر عائد ہوتا ہے۔ اس حق کے ادا نہ ہونے کی صورت میں والدین سے پوچھا جائے گا۔ اگر والدین کی عدم توجہی کی وجہ سے اولاد گمراہ ہو جاتی ہے تو اس کی ذمہ داری والدین پر عائد ہوتی ہے۔ چنانچہ اولاد صالح ہونے کی صورت میں یہ والدین کے لئے باقیات صالحات بن جاتی ہیں جو والدین کی بڑی خوش نصیبی ہے۔

والدین اور اساتذہ

اسی طرح والدین اور اساتذہ کے موقف میں کوئی تضاد نہیں ہونا چاہئے کہ مثلاً والدین کہہ دیں فلاں کام کرو اور اساتذہ کہہ دیں کہ یہ کام نہ کرو اس سے بچے کا ذہن مشوش ہو جاتا ہے۔ یہ بات تجربے میں آئی ہے کہ بچہ سکول کے استاد کو سب سے اعلیٰ انسان سمجھتا ہے جبکہ اس کے مقابلے میں والد کی بات کو مسترد کر دیتا ہے۔ اگر ان دونوں میں تصادم کی صورت حال پیدا ہو تو اس سے بچے کے ذہن میں والدین کے بارے میں منفی سوچ پیدا ہوتی ہے۔

والدین کے باہمی تعلقات کا بچوں پر اثر

بچے کے ذہن کو مشوش ہونے سے بچانے کے لئے گھر کے ہر فرد خصوصاً والدین کے تعلقات کی نوعیت کو بہت بڑا دخل ہے۔ اگر والدین کے تعلقات ایک دوسرے سے اچھے ہیں، بچوں کے سامنے یہ آپس میں جھگڑتے نہیں ہیں اور ایک دوسرے کے خلاف باتیں نہیں کرتے ہیں تو بچے کا ذہنی اعتدال متاثر نہیں ہوتا اور ایک معتدل انسان وجود میں آتا ہے جو آگے چل کر ایک معتدل فکر کا مالک بن جاتا ہے۔

والدین فرشتے تو نہیں ہوتے بلکہ وہ بھی انسان ہی ہوتے ہیں، لہٰذا وہ غلطی بھی کرتے ہیں جبکہ ان کی زندگی میں مختلف حالات بھی پیش آتے رہتے ہیں۔

انسان کو ہمیشہ کامیابی نہیں ملتی وہ کبھی ناکام ہوتا ہے اسے کبھی مالی خسارہ اٹھانا پڑتا ہے۔ گھر میں آکر گھر والوں کے ساتھ تلخ کلامی کر کے ان کی تلخیوں میں اضافہ کرتے ہیں۔

کبھی میاں سے کوتاہی ہوتی ہے تو بیوی اس پر برس پڑتی ہے۔ کبھی بیوی سے کوئی غلطی سرزد ہوتی ہے تو میاں اس پر چڑھ دوڑتا ہے، اور مختلف خطابوں سے نوازتا ہے۔ بچے یہ ماجرہ دیکھتے رہتے ہیں اور ان نامناسب الفاظ کو سن لیتے ہیں جو باپ ماں کے بارے میں کہہ جاتے ہیں۔

بچے اس قسم کے حالات روز دیکھتے ہیں تو ان کے منفی اثرات ان کی شخصیت پر ثبت ہوتے رہتے ہیں۔

میاں بیوی میں خوشگوار تعلقات

اپنی اولاد کی خاطر بچوں کے سامنے ہمیشہ خوشگوار تعلقات کا مظاہرہ ہونا چاہیے۔

۱. دن رات میں کوئی ایک وقت ایسا ہونا چاہیے جس میں دونوں بہتر لمحات گزاریں۔
۲. ہمیشہ ایک دوسرے کے احترام کرنے کی عادت بنائیں۔
۳. ایک دوسرے کے بارے میں اچھے کلمات ادا کریں۔
۴. بچوں کے سامنے اعتراض اور تنقید سے اجتناب کریں۔

والدین کا رویہ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے:

قَالَ مُوسَى بْنُ عِمْرَانَ (ع):

يَا رَبِّ أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ عِنْدَكَ،

فَقَالَ: حُبُّ الْأَطْفَالِ فَإِنِّي فَطَرْتُهُمْ عَلَى تَوْحِيدِي۔ (بحار الانوار ۱۰۴/۹۷)

موسیٰ نے عرض کیا:

اے میرے مالک! آپ کے نزدیک افضل ترین اعمال کونسے ہیں؟

فرمایا:

بچوں سے محبت چونکہ میں نے انہیں توحید کی فطرت پر خلق کیا ہے۔

والدین کا بچوں کے ساتھ کیا رویہ ہونا چاہیے۔

ان میں سب سے اہم بات بچے کے ساتھ پیار و محبت ہے۔

بچے سے پیار، تربیت کی بنیاد

۱. انسان کے لیے پانی اور غذا کے بعد سب سے اہم ترین بات پیار و محبت ہے۔ اگر بچے کو پیار و محبت میسر آیا تو دیگر کوتاہیوں کا کسی حد تک مداوا ہو سکتا ہے۔ اور اگر پیار و محبت میسر نہ آئے تو دیگر تمام سہولیات کے باوجود اس کی شخصیت کو جو نقصان پہنچتا ہے اس کی تلافی نہیں ہو سکتی۔

۲. پیار کا اثر بچے کی نفسیات پر اس طرح پڑتا ہے کہ اس کی شخصیت کی تشکیل میں ہر چیز کو اس کی اپنی جگہ میسر آتی ہے۔ اس طرح اس کی شخصیت کی عمارت میں کی ہر اینٹ کو اپنی قدرتی جگہ میسر آتی

ہے اور یوں پیار و محبت میسر آ جانے کی وجہ سے بچے کی شخصیت میں کوئی خلا نہیں رہتا۔

جبکہ محبت اور پیار نہ ملنے سے بچے میں احساس محرومیت، احساس حقارت، اور احساس کمتری پیدا ہو جانے کی وجہ سے اس کی شخصیت کی تشکیل میں عدم توازن پیدا ہو جاتا ہے۔

۳. پیار و محبت سے بچے میں خود اعتمادی آ جاتی ہے جس سے وہ مستقبل میں کامیاب انسان بن سکتا ہے جبکہ محبت نہ ملنے والا بچہ نفسیاتی نقائص کا شکار رہتا ہے اور ہر قدم پر اسے اپنے بے حیثیت ہونے کا احساس رہتا ہے۔

۴. بچے کو پیار و محبت دینے سے بچے کے دل میں پیار دینے والے کے لیے کشش اور قرب حاصل ہوتا ہے اور اس کا احترام دل میں جاگزین ہوتا ہے جس سے والدین اور استاد کے ساتھ اس کا رویہ مثبت رہتا ہے۔

۵. احساس کمتری اور احساس عزت دو ایسے اہم عوامل ہیں جن پر آئندہ بچے کا کردار استوار ہوتا ہے۔

٦. یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ جس بچے کو بچپن میں پیار و محبت نہیں ملتی ہو وہ بڑے ہو کر اکثر بد معاش تک بن جایا کرتا ہے، ماہرین نفسیات کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جرائم پیشہ وہی لوگ ہوتے ہیں جن کو پیار نہیں ملا ہوتا۔ ماہرین نفسیات نے ہزاروں بچوں پر آزمائش کی ہے اور دیکھا ہے کہ جن بچوں کو بچپن میں والدین کی طرف سے پیار نہیں ملا وہ بڑے ہو کر چوری اور دیگر جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے:

مَنْ هَانَتْ عَلَيْهِ نَفْسُهُ فَلَاتَرْجُ خَيْرَهُ. (غرر الحکم)

جو شخص اپنے آپ کو ذلیل سمجھتا ہے اس سے خیر کی امید نہ رکھو۔

حضرت علی نقی علیہ السلام سے منقول ہے:

مَنْ هَانَتْ عَلَيْهِ نَفْسُهُ فَلَاتَأْمَنْ شَرَّهُ. (تحف العقل ص)

جو شخص اپنے آپ کو ذلیل سمجھتا ہے اس کے شر سے محفوظ نہ سمجھو۔

۷. پیار و محبت نہ ملنے کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو حقیر اور ذلیل تصور کرتا ہے پھر اس احساس کی تلافی کے لیے تکبر کرتا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے:

مَا مِنْ رَجُلٍ تَكَبَّرَ أَوْ تَجَبَّرَ إِلَّا لِذِلَّةٍ وَجَدَهَا فِي نَفْسِهِ.

(الكافي ٣١٢/٢)

تکبر اور غرور وہی شخص کرتا ہے جو اپنے وجود میں احساس ذلت محسوس کرتا ہے

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

إِنَّ اللَّهَ لَيَرْحَمُ الرَّجُلَ لِشِدَّةِ حُبِّهِ لِوَلَدِهِ. (مکارم الاخلاق)

اللہ اس شخص پر رحم کرتا ہے جو اپنے بچے سے بہت محبت کرتا ہے۔

حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

مَنْ قَبَّلَ وَلَدَهُ كَتَبَ اللَّهُ لَهُ حَسَنَةً وَ مَنْ فَرَّحَهُ فَرَّحَهُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (الكافي ٤٩/٦)

جو اپنے بیٹے کو چومتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک نیکی قرار دے گا اور جو اسے خوش کرے اللہ قیامت کے دن اسے خوش کرے گا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے:

أَكْثِرُوا مِنْ قُبْلَةِ أَوْلَادِكُمْ فَإِنَّ لَكُمْ بِكُلِّ قُبْلَةٍ دَرَجَةً فِي الْجَنَّةِ. (الوسائل ۱۲۶/۵)

اپنی اولاد کو زیادہ سے زیادہ چوم لیا کرو چونکہ ہر چومنے پر ایک درجہ ملے گا۔

منفی تربیت کا المیہ

ہمارے معاشرے میں عموماً بچے کی شخصیت اور اس کی عزت نفس پر حملے ہوتے رہتے ہیں۔ حالانکہ بچے ناداں ہوتے ہیں اور ان سے غلطی بھی سرزد ہوتی ہے تاہم بڑے ان کو بچہ تصور نہیں کرتے بلکہ انہیں ایک دانا اور کامل انسان تصور کرتے ہیں اور بچے کی سرزنش کرتے ہیں اور سرزنش میں اس پر نفسیاتی حملے کرتے ہیں۔ مثلا: بے وقوف، گندا بچہ، نالائق، احمق وغیرہ جیسے الفاظ سے

اس کی شخصیت پر حملے کرتے ہیں۔ حد یہ ہے کہ اللہ کے بعد حالانکہ اس بچے پر سب سے زیادہ مہربان ذات اس کی ماں ہے لیکن ماں بھی نادانی میں اس بچے کی شخصیت کو مجروح کرتی ہے۔

اسی طرح گھر کے دیگر افراد بھی ہر غلطی پر اس کی شخصیت پر حملے کرتے ہیں پھر بچہ جب گلی میں دوسرے بچوں کے ساتھ کھیلنے کے لیے نکلے تو دوسرے بچے بھی اس کو بے وقوف کہتے ہیں۔ جب سکول میں داخل ہوا تو سکول کے ہم کلاس بھی ہر بات پر اس کی عزت نفس کو مجروح کرتے ہیں۔ یہاں تک اس بچے کی نظر میں سب سے بڑا انسان اس کا استاد ہے اور جب استاد نے بھی معمولی غلطی پر اس کو نالائق کہہ دیا۔ تو اب اس بچے نے دیکھا کہ ساری دنیا کا اس بات پر اتفاق ہے کہ وہ نالائق ہے تو بچہ اپنے تحت الشعور میں اس بات کو راسخ کرتا ہے کہ وہ نالائق ہے۔ پس یہ زخم ٹھیک ہونے والا نہیں ہوتا جبکہ جسم پر کوئی زخم لگتا ہے تو وہ چند دنوں میں ٹھیک

ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ نفسیاتی زخم انسان کی شخصیت کا حصہ بن جاتا ہے۔

قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عليه السلام : ضَرْبُ اللِّسَانِ أَشَدُّ مِنْ ضَرْبِ السِّنَانِ.(بحار الأنوار ج٦٨ص: ٢٨٧)

زبان کی ضرب نیزے کی ضرب سے زیادہ دردناک ہے۔

بعض علماء نے اس جگہ ان مقامات کا بھی احاطہ کیا ہے جہاں بچوں کی توہین ہوتی ہے۔

١. دوسرے بچوں سے کمتر قرار دینا۔

٢. لوگوں کے سامنے طعن و تشنیع کرنا۔

٣. بلند آواز میں غصہ میں اس سے بات کرنا۔

۴. بچے کی باتوں کو اچھی طرح نہ سننا۔

۵. بچے کی باتوں کا مذاق اڑانا۔

٦. بچے کی کوشش کو فضول قرار دینا۔

٧. لوگوں کے سامنے اس کی غلطیوں کا ذکر کرنا۔

٨. بچوں میں تفریق کرنا۔

۹. جو کام اس کے بس میں نہیں ہے اس کو انجام دینے کے لیے کہنا۔

۱۰. اس کے امکان اور صلاحیتوں سے زیادہ توقع رکھنا۔

۱۱. اس کے موقف کو اعتناء میں نہ لانا۔

۱۲. اس کے سلام کا بہتر جواب نہ دینا۔

۱۳. کھیل اور تفریح کے مواقع فراہم نہ کرنا۔

۱۴. جو کام بچہ خود کر سکتا ہے اس کے کرنے سے منع کرنا۔

۱۵. اچھے لفظوں کے ساتھ اس کو آواز نہ دینا۔

۱۶. اس کی خواہشات کو قابل اعتناء نہ سمجھنا۔

۱۷. اس کے کھلونوں کو یا بستے کو اس کو بتائے بغیر ہاتھ لگانا۔

۱۸. تنقید کرنا اور اس کی کمزوریوں کو بیان کرنا۔

۱۹. جو کام بچوں کے کرنے کے ہوتے ہیں ان کا بڑوں کا خود انجام دینا۔

۲۰. کسی کام کی انجام دہی کے لئے تشدد کرنا۔

۲۱. یہ کہنا کہ یہ کام تو نہیں کر سکتا۔

۲۲. اور کوئی کام اس کی مرضی کے خلاف اس پر مسلط کرنا۔

(انتخاب: از کتاب والدین و مربیان مسئول)

معلم کا مقام

ہزاروں درود ہوں معلّم انسانیت ﷺ پر جس نے انسان کو انسانی قدریں سکھائیں۔ انسان کو اس کا مقام دلایا، تہذیب و تمدّن کے لیے راستے دکھائے اور انسان کو ذلت و خواری کی اتھاہ گہرائیوں سے نکالا۔

ہمارے معاشروں میں استاد کی قدرو قیمت نہیں ہے اس وجہ سے استاد کو اس کا مقام نہیں ملتا۔

استادی کا عمل نہایت مقدس، نہایت تقدیر ساز ، اور نہایت بنیادی عمل ہے۔ استاد شاگرد کو تعلیم دیتا ہے یعنی اسے انسان بناتا ہے تعلیم نہ ہو تو اس کو حیوانات کی طرح کام کرنا پڑتا ہے۔ وہ شخص جو آپ کو انسان بنائے اس کا حق آپ کی گردن پر ہے کہ آپ انسان بن گئے ہیں اور یہ کہ تخلیق کے بعد تعلیم کا مقام آتا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے:

مَن عَلّمني حَرفاً، فقد صَيَّرني عبداً (جامع السعادات، ج ۳)

جس نے مجھے ایک حرف پڑھایا اس نے مجھے غلام بنایا۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ اپنے خالق کے بندے ہیں اور اپنے معلم کے غلام۔

استاد وہ ہے جو اپنی تمام تر توانائی شاگرد کی کامیابی پر خرچ کرتا ہے۔ یہاں تک کہ شاگرد کی کامیابی کو اپنی کامیابی تصور کرتا ہے۔ اس طرح کہ انسان اپنے حقیقی بھائی سے تو حسد کر سکتا ہے لیکن شاگرد سے حسد نہیں کر سکتا بلکہ فخر کرتا ہے۔

شاگرد ایک پھول ہے اور استاد اس پھول کی شائستگی سے دیکھ بھال کرتا ہے۔ اس پھول کے پھلنے پھولنے کے تقاضے پورے کرتا ہے اس پر تشدد نہیں کرتا نہ ہی اس سے ناراض ہو جاتا ہے۔

إِنَّ القَلبَ إذا أُكرِهَ عَمِيَ (نھج البلاغة)

دل پر جب جبر چلایا جاتا ہے تو وہ اندھا ہو جاتا ہے۔

دل جبر کی منطق کو نہیں مانتا نہ ہی دل جبر سے صلح کرتا ہے۔ پس جبر اور دل دو متضاد چیزیں ہیں۔

بچوں پر ان کی شخصیت واضح کرنے کے مواقع

۱۔بڑوں کو چاہیے کبھی بچوں کے ساتھ کھیلیں

اس سے بچے خوشحال ہوتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ہمارا کھیل ایک اچھا عمل ہے ہم کھیل کر بیہودہ کام نہیں کر رہے ہیں ورنہ بڑے ہمارے ساتھ نہ کھیلتے۔ کیونکہ کھیل بچوں کے لیے ہر اعتبار سے مفید ہے لہٰذا اس کھیل میں مدد دیں۔

۲۔ بچے کو سلام کرنا

بچے کو شخصیت دینے کا دوسرا اہم طریقہ بچے کو سلام کرنا ہے۔ جس سے بچے کے شعور میں یہ بات بیٹھ جاتی ہے کہ وہ ایک قابل توجہ وجود ہے کہ بڑے اسے بھی سلام کرتے ہیں۔

حدیث نبوی ﷺ ہے:

خَمْسٌ لَسْتُ بِتَارِكِهِنَّ حَتَّى الْمَمَاتِ ـ-ـ وَ تَسْلِيمِي عَلَى الصِّبْيَانِ لِتَكُونَ سُنَّةً مِنْ بَعْدِي.(وسائل الشیعة ۲۰۹/۳)

پانچ چیزوں پر تاحیات عمل کرنا ترک نہیں کروں گا۔ ان میں سے ایک بچوں کو سلام کرنا ہے تاکہ میرے بعد یہ سنت قائم رہے۔

سرزنش میں اعتدال

بچے ہوتے ہی نادان ہیں ان سے غلطیاں سرزد ہونا قدرتی بات ہے۔ جب بچے سے کوئی غلطی سرزد ہو جاتی ہے تو نہ تو اسے بالکل نظر انداز کرنا درست ہے اور نہ ہی سرزنش میں اعتدال سے بڑھنا درست ہے۔

لہٰذا تنبیہ ہونی چاہیے کہ اگر سرے سے بھی تنبیہ نہ ہو تو اس کا بچہ یہ مطلب لے گا کہ یہ کام برا نہیں ہے اور اگر تنبیہ میں تشدد ہوگا تو اس کا بچے کی شخصیت پر منفی اثر پڑتا ہے لہٰذا تنبیہ میں میانہ روی ضروری ہے۔

ا۔ سرزنش کی نوعیت پر بھی توجہ رہنی چاہیے کہ تنبیہ میں بچے کی شخصیت پر حملہ نہ ہو بلکہ جو غلط کام اس سے صادر ہوا ہے اس کام کی مذمت ہونی چاہیے کہ مثلاً یوں کہا جائے: بیٹا یہ کام آپ کے

کرنے کا نہ تھا یہ کام تو دیگر برے بچے کرتے ہیں ہمارا بچہ تو اچھا بچہ ہے لہٰذا اس کے لیے ایسا کام کرنا بہت نامناسب ہے۔

۲. تنبیہ زبانی ہونا یہ ضروری نہیں ہے بلکہ ایک دفعہ ناراضگی کے ساتھ اس کی طرف دیکھنا یا کچھ دیر کے لیے بے اعتنائی برتنا یعنی کچھ دیر کے لیے پیار بند کر دینا بھی کافی ہوتا ہے۔

۳. تنبیہ لوگوں کے سامنے بالخصوص بچے کے دوستوں کے سامنے نہیں ہونی چاہیے۔ چونکہ اس کو بچہ اپنی انتہائی سبکی تصور کرے گا۔

۴. اگر بچہ خود اپنی غلطی سے آگاہ ہو جائے تو تنبیہ کی ضرورت نہیں ہے، مثلاً اگر پیالی ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گئی ہے جسے بچہ خود محسوس کر رہا ہے تو یہاں کسی قسم کی سرزنش درست نہیں ہے۔

۵. تنبیہ میں انتقامی جذبہ کار فرما نہیں ہونا چاہیے کہ والدین یا استاد اپنے غصے کو ٹھنڈا کرنے کے لیے تنبیہ کر رہے ہیں بلکہ تنبیہ میں ہمدردی اور بچے کے مفاد کا تحفظ پیش نظر ہونا چاہیے۔

٦. بچے نے اگر پشیمانی کا اظہار کیا اور اس بُرے کام کو ترک کیا تو اس بات کو سراہنا چاہیے اور اس بچے کو یہ باور کرانا چاہیے کہ انسان

سے غلطی سرزد ہو جاتی ہے اور اگر اسے ترک کر دے تو بہت بہتر ہوتا ہے۔

۷. اگر آپ کا بچہ آپ کی بات نہیں سنتا تو اس کو خاموش تنبیہ کرنا ہو گی۔ خاموش تنبیہ کی دو قسمیں ہیں: بات نہ کرنا، ناراضگی کی نگاہ سے دیکھنا۔ اگر بچہ نافرمان ہے تو آپ اس نافرمانی کے مقابلے میں چپ سادھ لیں۔ اس کا بچے پر اثر ہو گا۔

حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے:

رُبَّ سُکُوتٍ أَبْلَغُ مِنْ کَلَامٍ۔ (غرر الحکم)

کبھی خاموشی بات کرنے سے زیادہ مؤثر ہوتی ہے۔

کسی مغربی ماہر نفسیات نے بھی یہی کہا ہے کہ کبھی بات نہ کرنا بات کرنے سے زیادہ مؤثر ہوتی ہے۔

دوسرا طریقہ نگاہ ہے اگر کسی سے غلط کام سرزد ہوتا ہے تو ایک غضب بھری نگاہ سے دیکھنا بہت مؤثر ہوتی ہے۔

تشویق

اچھے کاموں کی تشویق بھی تربیت کا اہم حصہ ہے۔ تشویق کا بچے پر بہت اچھا اثر ہوتا ہے۔

ہر شخص اپنی طرف لوگوں کو متوجہ کرنا چاہتا ہے اگر بچہ اس بات سے آگاہ ہو جائے کہ میرے کام کی طرف دوسروں کی توجہ ہے اور قدر دانی ہو رہی ہے تو اس سے اس کی شخصیت میں احترام کے حصول کا بہت شیرین احساس شامل ہو جاتا ہے۔

تشویق کے ذریعہ اچھے کام کی ترغیب اور برے کام سے اجتناب ممکن ہوتا ہے۔

نفسیاتی ماہرین کے مطابق اگر تشویق بر محل اور مناسب طریقہ سے انجام دی گئی ہو تو اس سے بچے کے کردار پر بہت گہرا اثر مترتب ہوتا ہے۔

آپ اپنی گفتگو کے ذریعہ تشویق کر سکتے ہیں مثلاً بچے سکول کا کام کریں تو ان کی کاپی چیک کرکے یہ کہا جائے : ماشاء اللہ بہت بہتر، بہت اعلیٰ۔

کبھی آپ اپنی طرزِ نگاہ کے ذریعہ بھی تشویق کر سکتے ہیں بچے کو پیار کرکے چوم کر داد دے سکتے ہیں۔

لکھائی کے ذریعہ مثلاً سکول کے کام پر سٹار لگانا وغیرہ۔ مناسب مواقع میں چند روپیہ دے کر یا سیر و تفریح کے لیے لے جاکر بھی تشویق کر سکتے ہیں۔

بچے کے دوستوں کے سامنے اگر تشویق ہو جائے تو اس کے مثبت اثرات کئی گنا بہتر ہو جاتے ہیں چونکہ اس صورت میں بچہ یہ احساس کرتا ہے کہ اسے اہمیت مل رہی ہے اور وہ کامیاب انسان ہے۔

جس کام پر آفرین شاباش مل رہی ہے اس کام کا ذکر کرنا ضروری ہے۔ تشویق قدردانی کی صورت میں ادا ہونا چاہیے۔

دوستوں سے اثر پذیری

بچے اپنے ہم عمر دوستوں سے ضرور اثر لیتے ہیں، لہٰذا والدین کو چاہیے کہ نظر رکھیں کہ ان کے بچے کس قسم کے دوستوں کے ساتھ اٹھتے، بیٹھتے اور کھیلتے ہیں۔

اس سلسلے میں حدیث نبوی ﷺ ہے:

مَثَلُ الْجَلِيسِ الصَّالِحِ مَثَلُ الدَّارِيِّ إِنْ لَمْ تَجِدْ عِطْرَهُ عَلِقَكَ رِيحُهُ۔ (جامع الاخبار)

اچھے ساتھی اور ہم نشین کی مثال عطر فروش کی طرح
ہے کہ اگراس سے عطر نہ لے سکے (تو بھی) خوشبو ضرور
آپ کی طرف آئے گی۔

بچے چونکہ اپنے کھیل کود میں ہم عمر ساتھیوں کے ساتھ خوشی سے وقت گزارتے ہیں اور لطف اندوز ہوتے ہیں لہٰذا اس سے ان میں اثر پذیری کا امکان زیادہ ہوتا ہے۔

ایسے ہم عمر بچوں سے آگاہ رہنا ضروری ہے جو آپ کے بچے کو بری عادتوں میں ڈال دیتے ہیں جیسے نشہ کرنے کی عادت، اس میں خطرناک پہلو یہ ہے کہ اس قسم کی باتیں والدین کے علم میں نہیں آتیں اور جب علم میں آتی ہیں تو پانی سر سے گزر چکا ہوتا ہے۔

بعض حکماء سے منقول ہے:

لَا تَصْحَبِ الشَّرِيرَ فَإِنَّ طَبْعَكَ يَسْرِقُ مِنْ طَبْعِهِ وَ أَنْتَ لَا تَدْرِي (شرح نہج البلاغۃ)

برے لوگوں کی صحبت میں نہ بیٹھ چونکہ تیری طبیعت
برائی کو اس کی طبیعت سے چوری کرتی ہے اور تجھے پتہ
بھی نہیں چلے گا۔

سکول جانے کو ناپسند کرنا

اگر آپ کا بچہ سکول جانے کو ناپسند کرتا ہے تو آپ کو درج ذیل کام کرنے ہوں گے۔

۱. سکول کی تعریفیں کریں کہ وہاں دوست بہت ملتے ہیں۔ کھیل کود کا خوب موقع ملتا ہے۔

۲. ابتدائی دنوں میں آپ خود بچے کے ہمراہ سکول جائیں اور بچے کے سکول سے مانوس ہونے تک یہ کام کریں۔

۳. اگر وہ پھر بھی نہ مانے تو آپ اس سے کہیں گے: بیٹا مجبوری ہے قانون ہے ہر بچے کو سکول جانا ہوگا اور اگر پھر بھی نہ مانے تو اس پر پابندی عائد کریں کہ اگر آپ سکول نہیں جاتے تو نہ کوئی کھیل ملیں گے اور نہ ٹیلی ویژن دیکھیں گے۔ اس صورت میں بچہ سکول جانے کو ترجیح دے گا۔

دینی تربیت کی ابتداء

ایک نظریہ ہے کہ بچے کی تربیت شکم مادر سے شروع ہوتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ تربیت پیدائش کے وقت سے شروع ہوتی ہے اسلامی تعلیمات کے مطابق بچے کی تربیت پیدائش کے فوراً بعد

شروع کرنی چاہیے۔ چنانچہ دینی تعلیمات ہیں کہ بچہ پیدا ہوتے ہی اس کے کانوں میں اذان واقامت کہی جائے۔ اس لیے کہ اس وقت کی اذان بچے کے وجدان میں منقش ہوتی ہے۔

ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ فرانس کی ایک خاتون کا دماغی آپریشن ہو رہا تھا اس دوران ڈاکٹر کی چھری کی زد میں اس کے دماغ کے ایک اعصاب آجاتا ہے۔ تو خاتون نے بے ہوشی کی حالت میں جرمنی ترانہ گانا شروع کر دیا۔

سرجن یہ حال دیکھ کر حیرت زدہ ہوگیا۔ اس کی حیرت اس وقت اور زیادہ ہو گئی جب اسے پتہ چلا کہ اس فرانسیسی خاتون کو جرمن زبان بالکل نہیں آتی۔ تحقیق سے پتہ چلا کہ جب اس خاتون کی ولادت ہوئی تھی ان دنوں میں جرمنی افواج اس تازہ مولود بچی کے محلے میں داخل ہوئیں اور انہوں نے یہی ترانہ گایا تھا۔ (نسیم مہر ص ۲۵)

ابتدائی سالوں میں بچوں کی دینی تربیت آسان ہو جاتی ہے۔ چونکہ ابتدا میں بچوں کا ذہن خالی اور فطرت کے اعتبار سے آمادہ ہوتا ہے۔ پس اگر اس پاکیزہ زمین میں آپ کی طرف سے پہلا بیج دینی تربیت کا ہو تو یہ بچہ آپ کے لیے باقیات صالحات بن سکتا ہے۔

واضح رہے کہ دینی تربیت اس وقت بچے کو دیں جب بچہ میں پوری طرح آمادگی ہو اور وہ اچھے موڈ میں ہو۔ پس اگر بچے کو جب نیند آرہی ہو، جب تھکا ہوا ہو یا جب اس کا رجحان کسی کھیل کی طرف ہو تو اس وقت اگر بچے سے دین کی باتیں کریں گے تو نہ صرف اس پر اثر نہ ہوگا بلکہ اس کا ذہن دینی باتوں سے دور ہو جائے گا۔

حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے:

إِنَّ لِلْقُلُوبِ شَهْوَةً وَ إِقْبَالًا وَ إِدْبَاراً، فَأْتُوهَا مِنْ قِبَلِ شَهْوَتِهَا وَ إِقْبَالِهَا، فَإِنَّ الْقَلْبَ إِذَا أُكْرِهَ عَمِيَ. (نهج البلاغة)

دلوں کی بھی خواہشات ہوتی ہیں وہ متوجہ بھی ہوا کرتے ہیں اور منہ موڑتے بھی ہیں۔ لہٰذا دلوں سے ان کی خواہشات کے مطابق متوجہ ہونے کی حالت میں کام لیا کرو۔

بچوں میں آمادگی اس وقت آتی ہے جب آپ ان کو کوئی تحفہ دے دیں، کسی پارک میں تفریح کے لیے لے جائیں یا ان کی پسند کی

کوئی چیز خرید رہے ہوں اس وقت اگر آپ کوئی مذہبی تعلیم ان کو دے دیں گے تو یہ ان کے دل میں اتر جائے گی۔

مار پیٹ کے منفی اثرات

بچے کو مارنا عام حالات میں ہرگز درست نہیں ہے اس کے منفی اثرات ہوتے ہیں۔ اس سے بچے میں مارنے والے سے نفرت پیدا ہوتی ہے خواہ وہ والدین ہوں یا استاد۔

حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے:

فَإِنَّ الْعَاقِلَ يَتَّعِظُ بِالْأَدَبِ وَ الْبَهَائِمَ لَا تَرْتَدِعُ إِلَّا بِالضَّرْبِ. (غرر الحکم و درر الکلم، ص: ۷۵۷)

عقل مند ادب سے سیکھتا ہے جبکہ جانور مار پیٹ سے متوجہ ہوتے ہیں۔

مار پیٹ اس کے لیے ہوتی ہے جس کو بات سمجھانے کا کوئی اور ذریعہ نہ ہو۔ لیکن بچے کا دماغ عقل و فہم ہے اس سے کام لیا جانا چاہیے۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت ہے:

لَا تَضْرِبْهُ وَ اهْجُرْهُ وَ لَا تُطِلْ. (بحار الانوار ۲۳/۱۱۴)

بچے کو نہ مارو بلکہ اس سے رابطہ ختم کرو، مگر دیر تک نہیں۔

اللہ کے بارے میں بچوں کے سوالات

اگر بچے نے آپ سے اللہ تعالیٰ کے بارے میں سوال کیا تو اس کو اہمیت دیں اور ٹالیں نہیں اس کے ساتھ ہی جواب دینے کے لیے مناسب ماحول تلاش کریں مثلاً

بچہ پوچھے گا خدا کون ہے وہ کیسے ہوتا ہے؟

جواب میں آپ کہیں گے:

خدا بہت زیادہ مہربان ہے۔

حتی کہ ماں باپ سے بھی زیادہ مہربان ہے اور وہ بہت طاقتور ہے ہر طاقت سے بڑی طاقت ہے وہ ہر وقت تمہارا خیال رکھتا ہے بلکہ جہاں ماں باپ خیال نہیں رکھ پاتے وہاں آپ کا اللہ آپ کا خیال رکھتا ہے۔

اللہ کہاں ہوتا ہے؟

جواب :

اللہ ہر جگہ ہوتا ہے کوئی جگہ اللہ سے خالی نہیں ہو سکتی۔

بچہ : ہم اللہ کو کیوں نہیں دیکھتے ؟

جواب :

بہت سی چیزیں ہیں ان کو آپ نہیں دیکھ پاتے ہو،
گرمی، بجلی کی لہر کو آپ نہیں دیکھ پاتے
آپ ماں باپ کو دیکھتے ہیں
ان کے دل میں آپ کی محبت ہے
اس کو نہیں دیکھ پاتے۔
ماں باپ کے عمل سے آپ سمجھ جاتے ہیں
کہ ان کے دل میں آپ کے لیے بہت محبت ہے۔
آپ کے والد صاحب چائے کی پیالی میں ایک چمچہ چینی ڈالتے ہیں وہ حل ہو جاتی ہے
وہ چینی نظر نہیں آتی۔
والدہ آپ کے لیے گلاب کا پھول پیش کرتی ہے
اس میں بہت خوشبو ہے لیکن وہ خوشبو نظر نہیں آتی۔

آپ ایک پتھر اوپر کی طرف پھینکتے ہیں
وہ پتھر زمین کی طرف واپس آتا ہے
کیوں واپس آتا ہے؟
وہ خود واپس آتا نہیں ہے
بلکہ زمین اس کو اپنی طرف کھینچ لاتی ہے۔
زمین کسی رسی کے ذریعہ کھینچتی ہے؟
نہیں، بلکہ کشش کے ذریعہ وہ کشش ہم نہیں دیکھ پاتے۔

بچے کی تربیت میں ماں کی ممتا کا کردار

بچہ والدین میں سے ماں کے ساتھ زیادہ وابستہ ہوتا ہے چونکہ بچے کے لیے ماں کی ممتا سے زیادہ مہربان کوئی شے نہیں ہے۔

بچہ کے لیے ماں کے مقابلہ کا کوئی انسان نہیں ہے۔ ہم جانوروں کو دیکھتے ہیں ان کو کسی باپ کی ضرورت نہیں ہے سب جانور ماں کی ممتا میں پلتے ہیں۔

چنانچہ انسان کا بچہ بیشتر اپنی زندگی ماں کے سایے میں گزارتا ہے ایک اعداد و شمار کے مطابق ۱۲ سال کا بچہ اپنی زندگی کے ۹۵ ہزار گھنٹے گزار چکا ہوتا ہے اس میں سے پانچ ہزار گھنٹے سکول

میں پانچ ہزار گھنٹے کھیل کود میں باقی ۸۵ ہزار گھنٹے اپنی ماں کے سایے میں گذارتا ہے۔

بچوں کے کھلونے

بچوں کے لیے کھلونے خریدتے وقت اسلامی تہذیب و ثقافت کو مد نظر رکھنا لازمی ہے۔

ایسے کھلونوں کو ترجیح دینا ہوگی جن میں بچے کی تخلیقی صلاحیت کو بہتر کرنا ممکن ہوتا ہے۔ مثلاً مختلف شکل کی عمارت، گاڑیاں وغیرہ جوڑنے والے ٹکڑوں پر مشتمل کھلونے۔

بچے کی تربیت میں باپ کے سائے کا کردار

بچے کی تربیت کے لیے جہاں ماں کی مامتا بنیادی کردار ادا کرتی ہے وہاں باپ کا سایہ بھی اہمیت کا حامل ہے۔ جدید تحقیقات کے مطابق باپ کی سرپرستی اور توجہ نہ ہو تو بچہ عدم تحفظ کے احساس کا شکار ہوتا ہے جس بچے کو باپ کی شفقت اور توجہ کی کمی کا احساس ہوتا ہے وہ دوسروں کی پناہ میں جاتا ہے اور اپنے خاندان سے دور

ہوتا ہے جس سے اخلاقی مفاسد پیدا ہوتے ہیں۔ جبکہ باپ کے سایہ میں پلنے والا بچہ ہمیشہ اس ارمان میں ہوتا ہے کہ وہ باپ جیسا ہو۔

خود اعتمادی

بچے میں خود اعتمادی پیدا کرنے کے لیے:

سب سے اہم اور پہلی بات یہ ہے کہ بچے کو یہ سمجھا دیں کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے اور اس پر بھروسہ رکھنے سے خود اعتمادی آتی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس کے کاموں کو سراہنا، شاباش دینا، اس کے کاموں اور لیاقت کی تعریف کرنے سے بچے میں خود اعتمادی آجاتی ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ اس کے مطالعہ کے لیے اچھا ماحول کا کمرہ، اچھی میز، اچھی لائٹ اور بہتر کاپیاں اور کتب فراہم کریں۔

چوتھی بات یہ ہے کہ بچے کے اندر موجود کمزوریوں کا اس کے منہ پر ذکر بالکل نہیں کرنا چاہیے اس سے اس کی خود اعتمادی مجروح ہو جاتی ہے۔

خوداعتمادی کے فقدان کا حامل بچہ

۱. اپنی استعداد کو کم اور اپنی کمزوری کو زیادہ نظر میں رکھتا ہے۔
۲. کسی نئی تجربہ کاری میں ہاتھ ڈالنے سے کتراتا ہے۔
۳. اجتماعات میں جانے سے کتراتا ہے۔
۴. اجتماع میں بات کرنا اس پر گراں گزرتا ہے۔
۵. اپنی کلاس یا لوگوں میں اپنا نظریہ پیش کرنے سے گریز کرتا ہے۔
۶. دوسروں سے کسی چیز کو طلب کرنے سے بھی گریز کرتا ہے۔
۷. دوسروں کی باتوں کا جلد اثر لیتا ہے۔
۸. اپنا دفاع کرنے کی قدرت نہیں رکھتا۔
۹. یہ گمان کرتا ہے کہ لوگ اس کو اہمیت نہیں دیتے۔
۱۰. اور جلد ناامید ہو جاتا ہے۔

بچے کے سوالات

بچہ ماں باپ سے مختلف موضوعات کے بارے میں سوالات کرے گا۔ بچوں کی طرف سے سوال آنا ان کی مثبت ذہنی صلاحیت کی علامت ہے۔ پھر انسان کی فطرت میں یہ بات ودیعت

کی ہوئی ہے کہ وہ جاننا چاہتا ہے۔ چنانچہ بچہ بھی اپنے فطری تقاضوں کے مطابق سوالات کرے گا۔

جواب دینے والا خواہ باپ ہو یا استاد اس پر لازم ہے کہ وہ بچے کے سوال پر توجہ دیں اور بچے کی ذہنی سطح کے مطابق جواب دیں۔ جواب دینے میں کوتاہی یا سوال کو بے اعتنائی کے ساتھ ٹھکرا دینا درست نہیں ہے اس سے بچے کے ذہن پر منفی اثر پڑتا ہے۔

اس طرح کہ جواب دینے کی بجائے سوال زیادہ کرنے سے تنگ آجانا، اور صحیح جواب نہ دینا غلط طریقہ ہے۔ خصوصاً زیادہ سوال کرنے سے منع کرنا ایک جرم ہے۔ چونکہ زیادہ سوال کرنا بچے کی ذہانت کی علامت ہے اس خوبی کو برائی میں بدل دینا ایک قسم کا جرم ہوگا۔

ملازمت پیشہ ماں

ماں اگر ملازمت کرتی ہے اور وہ بچے کو اپنے علاوہ کسی اور کے حوالے کرکے ڈیوٹی پر جاتی ہے تو اس سے بچے کی شخصیت، اس کی تربیت، اس کی نفسیات، اس کی نشو و نما، اس کی قابلیت اور اس کی ذہانت پر بہت زیادہ منفی اثرات مترتب ہوتے ہیں۔

لہٰذا اگر بچے کو ماں کی مامتا کی مہربان فضا سے نکال کر آپ کسی اور فضا میں رکھتے ہیں تو وہ فضا بچے کے لیے آلودہ فضا ہو گی اور بچے کی شخصیت کی تمام پہلوں کو متاثر کرے گی۔

ٹیلی ویژن کے نقصانات

آج کل ٹیلی ویژن کو بھی بچوں کی ذہنی نشو و نما میں بہت بڑا دخل ہے۔

١. ٹیلی ویژن کے کچھ پروگرام بچوں کے دینی عقائد کو مجروح کرتے ہیں۔
٢. کچھ پروگرام ایسے ہیں جن سے بچوں کی اخلاقیات متاثر ہو جاتی ہیں۔
٣. بعض پروگراموں سے بچوں کی صحت پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔
٤. بچوں کی عقلی قوت متاثر ہو جاتی ہے۔
٥. بچوں کے قیمتی وقت کا بھی ضیاع ہوتا ہے۔

لہٰذا والدین کو چاہیے کہ بچوں کو بعض چیدہ اور مفید پروگراموں کے مشاہدے کے لیے آمادہ کریں۔

اولاد سے پیار کا اظہار

اولاد سے محبت کا اظہار مندرجہ ذیل طریقوں سے ہو سکتا ہے۔

١. کچھ وقت بچوں کے ساتھ گذاریں۔
٢. بچے کی کامیابی پر تقریب منعقد کی جائے۔ جیسے اچھے نمبر لینے کی مناسبت سے۔
٣. بچوں کو چھوٹی عمر کی البم دکھایا کریں۔
٤. اپنے لباس خود بچوں کو انتخاب کرنے دیں۔
٥. بچوں کے ساتھ کھیلنے میں کچھ دیر خود بھی شریک ہوں۔
٦. کھانا ساتھ ملکر کھائیں۔
٧. اپنے بچے کو بتادیں کہ آپ اس سے محبت کرتے ہیں۔
٨. بچے نے کوئی اچھا کام کیا ہو تو اسے دیوار پر آویزاں کریں۔
٩. اپنے بچوں کو گود میں بٹھایا کریں اور چوم لیا کریں۔

منفی طریقہ کار

١. بچے پر ہمیشہ تنقید کرنا۔
٢. بہت زیادہ احکام جاری کرنا۔
٣. بچے پر اعتماد نہ کرنا اور اس کا احترام نہ کرنا۔

۴. بچے کے ہر چھوٹے بڑے کاموں میں مداخلت کرنا۔
۵. بڑوں کے ساتھ بیٹھنے سے منع کرنا۔ پھر یہ حکم کرنا کہ بڑوں سے شرم نہ کیا کرو۔
٦. بچے کی شرارت کو پسند نہ کرنا۔

حدیث نبوی ﷺ ہے:

عَرَامَةُ الصَّبِيِ فِي صِغَرِهِ زيادةٌ في عَقلِه في كِبرِه. (نهج الفصاحة)

بچے کی بچپن میں شرارت بڑے ہو کر عقلمندی کی علامت ہے۔

سزا اور جزا کا اثر

۱. بچے کو اگر آپ اچھے کام پر انعام دیتے ہیں تو اس کا اثر بہت مثبت ہوتا ہے۔ بہ نسبت سزا کے چونکہ سزا کا اثر منفی ہوتا ہے۔
۲. سزا دینے سے اس کام سے پرہیز کرنے کا کوئی بھروسہ نہیں ہے۔
۳. سزا کا اثر وقتی ہوتا ہے جبکہ جزا کا اثر دیر تک رہتا ہے۔
۴. سزا دینے سے بچہ کا دل سخت ہو جاتا ہے۔

۵. سزا دینے سے بچہ والدین سے ڈرنے لگتا ہے جس کا بہت بُرا اثر ہوتا ہے۔

تربیت کے سلسلے میں مؤثر باتوں میں سے کچھ لوگ وراثت کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں کہ بچہ ماں باپ کی طرف سے جو صلاحیت لے کر آتا ہے اس کے مطابق اس کی شخصیت سازی ہوتی ہے۔

کچھ لوگ ماحول کو اہمیت زیادہ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بچہ ایک تختی کی مانند ہوتا ہے جس پر کچھ بھی نہیں لکھا ہوتا پس جو معاشرہ اور ماحول چاہتا ہے اس پر بہت کچھ لکھ جاتا ہے۔

اسلامی تعلیمات میں ایک تیسری چیز کو بھی بہت دخل ہے اور وہ ہے فطرت۔ فطرت: اللہ تعالیٰ نے انسان کو خلق فرمایا اس کے ساتھ ہی اسے نیکی اور بدی کی سمجھ دی: وَ نَفۡسٍ وَّ مَا سَوّٰىهَا، فَاَلۡهَمَهَا فُجُوۡرَهَا وَ تَقۡوٰىهَا۔ (الشمس:۸،۷)

اور قسم ہے نفس اور اس ذات کی جس نے اسے متعدل بنایا۔ پھر اس نفس کو اس کی بدکاری اور اس نے بچنے کی سمجھ دی۔

اس آیت کے مطابق انسانی تخلیق اور اسے معتدل بنانے کے بعد اس میں خیر و شر، پاکیزگی و پلیدی، فسق و فجور اور ان چیزوں سے بچنے یعنی تقوی کی سمجھ و دیعت فرمائی۔ اس نفس کے لیے اچھائی اور برائی کوئی ناشناس چیزیں نہیں ہیں، نفس انسانی ان چیزوں سے آشنا ہے اسی لیے نیکی کی طرف بلانے والے اور برائی سے روکنے والے کی آواز پہچان لیتا ہے اور اسے پذیرائی ملتی ہے۔

حدیث نبوی ﷺ ہے:

كُلُّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ (الكافي ج٦، ص: ١٣)

ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔

تربیت کی ابتدا

یہ سوال نہایت اہمیت کا حامل ہے کہ ہمیں معلوم ہو کہ تربیت کی ابتداء کہاں سے ہوتی ہے۔

یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ بچے کی تربیت اس کے لیے ماں کے انتخاب سے ہوتی ہے کہ رشتہ لیتے وقت خاندان اور ماحول کا گہرا مطالعہ کرکے رشتہ لینا چاہیے اور یہ بات بھی ذہن نشین کر لینا ضروری ہے کہ بچے کی شخصیت پر ماں کا اثر بہت زیادہ ہوتا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے:

زَوِّجُوا الْأَحْمَقَ وَ لَا تُزَوِّجُوا الْحَمْقَاءَ فَإِنَّ الْأَحْمَقَ يَنْجُبُ وَ الْحَمْقَاءَ لَا تَنْجُبُ. (الكافي/، مكارم الاخلاق ص ۳۵۴)

احمق مرد سے شادی کرو لیکن احمق عورت سے شادی نہ کرو چونکہ احمق مرد سے شریف اولاد ہو سکتی ہے احمق عورت سے نہیں ہو سکتی۔

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے:

إِيَّاكُمْ وَ تَزْوِيجَ الْحَمْقَاءِ؛ فَإِنَّ صُحْبَتَهَا بَلَاءٌ، وَ وُلْدَهَا ضِيَاعٌ۔ (كافي، ج۱۰، ص: ۶۵۱)

احمق عورتوں سے شادی کرنے سے پرہیز کرو چونکہ اس کا ساتھ رہنا ایک آزمائش ہے اور اگر بچہ ہوتا ہے تو بچے کا ضیاع ہے۔

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

أَنْكِحُوا الْأَكْفَاءَ، وَ انْكِحُوا فِيهِمْ، وَ اخْتَارُوا لِنُطَفِكُمْ. (وسائل الشيعة ۲۹/۱۴)

ہم شان لوگوں کو رشتہ دے دو اور ہم شان لوگوں سے رشتہ لو اور اپنی نسل کے لیے بہتر کا انتخاب کرو۔

حدیث نبوی ﷺ:

إِنَّمَا النِّكَاحُ رِقٌّ، فَإِذَا أَنْكَحَ أَحَدُكُمْ وَلِيدَةً فَقَدْ أَرَقَّهَا، فَلْيَنْظُرْ أَحَدُكُمْ لِمَنْ يُرِقُّ كَرِيمَتَهُ. (الوسائل ۵۲/۴)

رشتہ دینا گویا کنیزی میں دینا ہے جب تم اپنی بیٹی کا رشتہ دینا چاہتے ہو تو یہ دیکھو کس کی کنیزی میں دے رہے ہو۔

ماہرین کے مطابق بچے کے کردار پر ماں کا اثر 85% ہوتا ہے اور کہتے ہیں بچے کے ابتدائی 18 ماہ اس کی شخصیت سازی کے لیے نہایت اہم ہیں۔

ہمارا اپنا مشاہدہ ہے کہ بچے کا قد ماں کے تابع ہوتا ہے یعنی اگر باپ کا قد چھوٹا اور ماں کا قد لمبا ہے تو اولاد ماں کا قد کی تابع ہوا کرتی ہے اور بالعکس اگر باپ کا قد لمبا اور ماں کا قد چھوٹا ہے تو اولاد کا قد چھوٹا ہو جاتا ہے۔

سائنسی نظریے کے اعتبار سے انسان کی تمام خاصیتیں اس کے جین میں موجود ہوتی ہیں۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق انسان کے

وجود کے اندر جو خاصیتیں ہیں وہ (عِرق) میں موجود ہوتی ہیں۔ یعنی جین کی جگہ عرق کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

حدیث نبوی ﷺ ہے:

أُنظُر في أَيّ نِصابٍ تَضَعُ ولَدَك، فَإِنَّ الْعِرْقَ دَسَّاسٌ. (نھج الفصاحۃ)

خیال رکھ اپنی اولاد کو کس جگہ رکھ رہے ہو، اس لیے خاصیتیں منتقل ہوتی ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام نے اپنی بیٹے محمد حنفیہؒ کو جنگ میں بہادری کا مظاہرہ نہ کرنے پر فرمایا:

أَدرَكَكَ عِرقٌ مِن أُمِّكَ۔ (بحار الانوار ۴۲/۱۴۵)

تم تک تمہاری ماں کی طرف سے یہ سرشت آئی ہے۔

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے:

حُسنُ الْأَخلَاقِ بُرْهَانُ كَرَمِ الْأَعْرَاقِ. (غرر الحکم)

اچھے اخلاق سرشت کی بہتری کی دلیل ہے۔

روایت ہے انصار کا ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: میرے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا ہے اس جیسا کوئی فرد

میرے ماموں اور اجداد میں نہیں ہے۔ اس کی زوجہ سے پوچھا تو اس نے قسم کھائی میرا شوہر کے علاوہ کسی سے کوئی تعلق نہیں رہا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے تھوڑی دیر غور فرمایا پھر آسمان کی طرف نظر اٹھائی پھر اس شخص سے فرمایا:

ہر شخص کے حضرت آدم تک ۹۹ (عرق) موجود ہوتے ہیں سب آنے والی نسلوں میں پر اثر انداز ہیں، جب نطفہ رحم میں پہنچ جاتا ہے تو یہ (عرق) حرکت میں آتے ہیں۔

اور اللہ سے سوال کرتے ہیں: بچہ کس کی شکل کا ہو۔ پس یہ بچہ ان (عروق) سے مربوط ہے جو تمہارے قریبی باپ داداؤں سے نہیں ہے۔ (الوسائل ۱۲۸/۵)

واضح رہے کہ عروق عیناً وہی جین ہونا لازمی نہیں ہے جینز کے بارے میں نظریات بدل سکتے ہیں۔ جو تقریباً بدل رہے ہیں لیکن اسلام نے جنہیں عروق کا نام لیا ہے وہ قابل تبدیل نہیں ہیں۔

بیٹیوں کی تربیت

مرد و زن اس محفل حیات کے دو اہم رکن ہیں ان دونوں میں سے کسی ایک کو دوسرے پر فضیلت نہیں ہے۔ دونوں انسان ہیں،

دونوں اللہ کے بندے ہیں، ثواب و عقاب میں دونوں برابر ہیں، اگر مرد کے لیے میدان جہاد میں شہادت کے درجہ پر فائز ہونے کے مواقع فراہم ہیں تو عورت کے لیے یہی درجہ بچوں کی پرورش سے حاصل ہے۔

ایک موازنہ

۱. مرد و زن میں اولاد کے لحاظ سے دیکھا جائے تو لڑکے نعمت اور لڑکیاں رحمت شمار ہوتی ہیں۔ نعمت پر حساب ہے رحمت پر کوئی حساب نہیں ہے۔

۲. اسلامی آداب میں یہ ہدایت موجود ہے کہ اگر اولاد میں ہدیہ تقسیم کرنا ہے تو پہلے بچیوں کو دیا کرو بعد میں بچوں کو۔

۳. رشتہ پوچھنا ہے تو لڑکے کی طرف سے خواستگاری ہوتی ہے اگر نفی میں جواب ملے تو لڑکے کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔ جبکہ اگر خواستگاری عورت کی طرف سے ہوتی تو نفی میں جواب ملنے سے بچی کا ذہن مجروح ہوتا جو اسلام کے لیے قابل قبول نہیں ہے۔

احادیث

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے:

مِنْ يُمْنِ الْمَرْأَةِ أَنْ يَكُونَ بِكْرُهَا جَارِيَةً. (دعائم الإسلام ج٢)

خاتون کے بابرکت ہونے کی یہ علامت ہے کہ اس کی پہلی فرزند لڑکی ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے:

رِيحُ الْوَلَدِ مِنْ رِيحِ الْجَنَّةِ ولا يُحِبُّ البَنات اِلّا مُؤمِن (الفردوس. ٢/٢٧٢)

اولاد کی خوشبو جنت کی خوشبو ہے، بیٹیوں سے صرف مؤمن محبت کرتے ہیں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

أَلْبَنُونَ نَعِيمٌ، وَ الْبَنَاتُ حَسَنَاتٌ، وَ اللَّهُ يَسْأَلُ عَنِ النَّعِيمِ، وَ يُثِيبُ عَلَى الْحَسَنَاتِ. (الكافي ٦/٧)

بیٹے نعمت ہیں، بیٹیاں نیکیاں ہیں، اللہ تعالیٰ نعمت کے بارے میں سوال کرے گا جبکہ نیکیوں کا ثواب ملے گا۔

نبوي ﷺ :

نِعْمَ الْوَلَدُ الْبَنَاتُ مُلْطِفَاتٌ مُجَهِّزَاتٌ مُونِسَاتٌ

مُبَارَكَاتٌ مُفَلِّيَاتٌ. (الكافي، ج٦)

بیٹاں مہرباں مددگار اور بابرکت ہیں۔

نبوي ﷺ :

لَا تُكْرِهُوا البَنات فإِنَّهُنَّ المُونِسَات، الغَاليات.

(مسند احمد ۱۳۲/۶)

بیٹیوں کو ناپسند نہ کرو چونکہ یہ مانوس ہونے والیاں اور

گراں بہا ہیں۔

فہرست

بچوں کی تعلیم ۵
صفات حمیدہ ۶
ا۔ وفابہ عہد ۶
وفابہ عہد انسانی حقوق میں شامل ہے۔ ۷
بچوں سے وعدہ خلافی نہ کرو ۸
۲۔ جھوٹ سے پرہیز ۹
جھوٹ اپنی ذات کی اہانت ہے ۱۱
۳۔ بچوں کے ساتھ نرم رویہ اختیار کرنا چاہیے ۱۱
اولاد سے محبت ۱۴
معلّم کا مقام ۱۶
آئندہ زمانے کے بچے ۱۷
نماز کی تعلیم ۱۸
حد سے زیادہ پیار و محبت ممنوع ۱۹
شرمیلا بچہ ۱۹
تنگی میں نہ رکھنا ۲۱
عفو درگذر ۲۳
انسان کی شخصیت سازی کے لیے ۲۵
تیسرا ستون معاشرہ (ماحول) ہے ۲۵
والدین اور بچے کی تربیت ۲۵
تشکیل شخصیت کے بنیادی عوامل ۲۹

دوران حمل ۳۱
اسم گذاری ۳۱
تربیت کے بنیادی اصول ۳۲
بچوں کو اہمیت دینے کے مواقع ۳۴
اپنے بچوں میں تفریق نہ کرنا ۳۷
عادت ۴۰
اچھی اور بری عادتیں ۴۰
نسل نو کی تربیت ۴۱
جذبات ۴۲
جذبات کا مجروح کرنا ۴۳
خوف ۴۴
تربیت ۴۵
اولاد ۴۶
بچوں کی شخصیت کی تشکیل ۴۹
ابتدائی سات سال ۵۰
کھیل ۵۱
ہر خواہش ۵۵
دوسرے سات سال ۵۷
۱۔ جھوٹ ۵۸
۲۔ وعدہ خلافی ۶۰
۳۔ وفا بہ عہد ۶۱
تربیتِ اولاد ۶۲
والدین اور اساتذہ ۶۳
والدین کے باہمی تعلقات کا بچوں پر اثر ۶۳
میاں بیوی میں خوشگوار تعلقات ۶۵
والدین کا رویہ ۶۵
بچے سے پیار، تربیت کی بنیاد ۶۶

منفی تربیت کا المیہ ۷۰
معلم کا مقام ۷۴
بچوں پر ان کی شخصیت واضح کرنے کے مواقع ۷۶
سرزنش میں اعتدال ۷۷
تشویق ۸۰
دوستوں سے اثر پذیری ۸۱
سکول جانے کو ناپسند کرنا ۸۳
دینی تربیت کی ابتداء ۸۳
مار پیٹ کے منفی اثرات ۸۶
اللہ کے بارے میں بچوں کے سوالات ۸۷
بچے کی تربیت میں ماں کی ماامتا کا کردار ۸۹
بچوں کے کھلونے ۹۰
بچے کی تربیت میں باپ کے سائے کا کردار ۹۰
خود اعتمادی ۹۱
خود اعتمادی کے فقدان کا حامل بچہ ۹۲
بچے کے سوالات ۹۲
ملازمت پیشہ ماں ۹۳
ٹیلی ویژن کے نقصانات ۹۴
اولاد سے پیار کا اظہار ۹۵
منفی طریقہ کار ۹۵
سزا اور جزا کا اثر ۹۶
تربیت کی ابتدا ۹۸
بیٹیوں کی تربیت ۱۰۲
ایک موازنہ ۱۰۳
احادیث ۱۰۴